منظوم سیرت نگاری میں ''مطالع المحامد'' کا امتیاز

محمد انس حسان☆

منظور سیرت کے لئے عربی زبان میں مدیح، قصیدہ، مدح اور بدیعیہ جیسے الفاظ مستعمل ہیں، جب کہ اردو ادب میں ''منظوم سیرتِ نبوی'' یا ''منظوم سیرت نگاری'' کی تراکیب مستعمل ہیں۔ موضوع اور ہیئت کے اعتبار سے ''نعت'' بھی منظوم سیرت نگاری ہی کی ایک شکل ہے، تاہم ان دونوں میں اتنا فرق ہے کہ منظوم سیرت نگاری سیرت نبوی کے اس بیان کو کہتے ہیں جس کا اظہار مستند اور مسلمہ شاعری کے اصولوں کے آفاقی قالب میں علی الترتیب کیا گیا ہو، جب کہ ''نعت'' میں ترتیب کی قید ملحوظ نہیں ہوتی۔ چناں چہ منظوم سیرت نگاری نعت نگاری سے زیادہ باریک بینی، دقت نظری اور فنی مہارت کا مطالبہ کرتی ہے۔ ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق نے ''منظوم سیرت نگاری'' کو ''نعت نگاری'' پر فوقیت دیتے ہوئے یہ رائے قائم کی ہے کہ الفاظ کو توڑ مروڑ کر، میم کے پردے کو اٹھا کر، عرب کے عین کو لفظ سے جدا کر کے، احمد کو احد اور رسول عربی کو عرب نہیں بل کہ رب کی شان میں جلوہ گر دکھانے کی کوشش کی جاتی ہے۔(۱)

تاہم غلو فکر کے جن عناصر کی نشان دہی انہوں نے کی ہے اور اسے محض نعت نگاری میں محصور کیا ہے، یہ علمی طور پر قطعی درست نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ منظوم کتب سیرت میں بھی بہت سی ایسی ہیں جن میں اس خیال کو کھلا چھوڑ دیا گیا ہے اور غلوِ فکر کی وہ مثالیں قائم کی ہیں کہ جن کی تفصیل تحصیل لا حاصل ہے۔

منظوم سیرت نگاری کے مآخذ و مصادر عام طور پر وہی بیان کیے جاتے ہیں جو سیرت نگاری کے بیان کیے جاتے ہیں۔ تاہم برصغیر میں لکھی جانے والی زیادہ تر منظوم کتب سیرت پر چوں کہ ولادت نبوی،

☆ گورنمنٹ ڈگری کالج جہانیاں۔ پاکستان

anskashmiri@gmail.com

رضاعت، معراج، معجزات، غزوات اور وفات کے عناوین زیادہ غالب نظر آتے ہیں، جو مجلسی ضروریات کے پیش نظر لکھی گئیں۔ اس لیے ان کتب میں مستند مآخذ ومصادر تک رسائی پر زیادہ توجہ مرکوز نہیں کی گئی ہے۔ جس طرح منثور سیرت نگاری ایک مشکل فن ہے، اسی طرح منظوم سیرت نگاری اس سے کہیں زیادہ مشکل اور دقیق فن ہے۔ نثر میں شاعرانہ محاسن کا عمل دخل کم ہوتا ہے لیکن نظم میں تمام شاعرانہ محاسن کا لحاظ رکھنا پڑتا ہے اور بہ خوبی اسے نبھانا بھی پڑتا ہے۔

منظوم سیرت نگاری میں صنف کے اعتبار سے مثنوی اور قصیدے کو زیادہ تر اظہارِ خیال کا ذریعہ بنایا گیا ہے، جب کہ ہیئت کے اعتبار سے مسدس سے بھی اعتنا برتا گیا ہے۔ مثنوی اور قصیدے کی خاصیت ہے کہ اس میں وسیع مضمون اور مربوط خیال کی مکمل گنجائش موجود ہے۔ عبد القادر سروری نے بجا لکھا ہے کہ ہماری شاعری میں سب سے اہم صنف مثنوی کی ہے، کیوں کہ اس میں ایک وسیع مضمون اور مربوط خیال کے نشو نما کی گنجائش ہے۔ (۲)

منظوم سیرت نگاری کتب سیرت کی سب سے قدیم صورت کہلائی جانے کی مستحق ہے۔ اس کی واحد وجہ یہی نظر آتی ہے کہ دنیا کی ہر زبان کے آغاز میں منظومات سب سے پہلے وجود میں آتی ہیں، اس کے بعد اس کا نثری سرمایہ جنم لیتا ہے۔ شاید اسی باعث ''سیرتِ نبوی'' کے ابتدائی نمونے نظم کی شکل میں ملتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد احمد درنیقہ نے ''معجم الاعلام شعراء المدح النبوی'' (۳) میں ان ۴۵۴ عرب شعرا کا تذکرہ کیا ہے جنھوں نے مدحت پیغمبر ﷺ سے فیض اٹھایا ہے۔ ڈاکٹر صلاح الدین المنجد نے ''معجم ما الف عن رسول اللہ'' (۴) میں ''مدح الرسول'' کے عنوان کے تحت ۲۹۰ منظوم کتب کا تذکرہ کیا ہے۔ ڈاکٹر محمد التونجی نے ''شاعرات فی عصر النبوۃ'' (۵) میں آپ ﷺ کے عہد مبارک کی ۲۱۱ شاعرات کا ذکر کیا ہے جن میں آپ ﷺ کے خاندان کی بعض خواتین کے مدحیہ اشعار بھی ملتے ہیں۔ عربی زبان میں اس موضوع پر جو کام ہوا ہے وہ الگ مضمون کا متقاضی ہے۔ اردو زبان میں قاضی شہاب الدین نے ''اردو میں میلاد نامے'' اور محمد مظفر عالم جاوید صدیقی نے ''اردو میں میلاد النبی'' (۷) کے عنوان سے پی ایچ ڈی کے مقالے تحریر کیے۔ ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی نے بھی پی۔ ایچ۔ ڈی کا تحقیقی مقالہ ''برصغیر پاک وہند میں عربیہ نعتیہ شاعری'' (۸) کے عنوان سے تحریر کیا۔ اسی طرح ڈاکٹر ریاض مجید نے ''اردو نعت گوئی'' (۹) کے عنوان سے تحقیقی مقالہ تحریر کیا۔ عبد العزیز خان نے ''اردو نعتیہ ادب کے انتقادی سرمائے کا تحقیقی مطالعہ'' کے عنوان سے مقالہ لکھا۔ (۱۰) اسی طرح ''اردو حمد ونعت پر فارسی شاعری کی روایت'' (۱۱) کے عنوان سے محترم عاصی کرنالی نے تحقیقی مقالہ لکھا۔ افضال احمد نور نے ''اردو نعت کا ہیئتی مطالعہ'' (۱۲) کے عنوان

سے عمدہ تحقیقی مقالہ لکھا۔ ڈاکٹر طاہر اقبال خان نے بھی ''اردو میں منظوم سیرت نگاری'' (۱۳) کے عنوان سے پی۔ایچ۔ڈی کا مقالہ تحریر کیا ہے جو اس موضوع پر عمدہ کاوش ہے۔ نیز ڈاکٹر عبدالجبار شاکر مرحوم نے ''منظوم سیرت نگاری'' (۱۴) کے عنوان سے ایک مضمون تحریر کیا ہے، جو مختصر ہونے کے باوجود بہت جامع ہے۔ شیخ احمد منزوی اور خان بابا مشارکی نے بھی منظوم کتب سیرت کے بارے میں کافی معلومات فراہم کی ہیں۔ (۱۵) منظومات سیرت کے حوالے سے منظوم سفرنامے بھی لکھے گئے، جن کی فہرست محترم ضیاء اللہ کھوکھر صاحب نے مرتب کی ہے۔ (۱۶) اردو زبان میں اس پر بعض کتب بھی لکھی گئی ہیں اور ''نعت رنگ'' کے عنوان سے ایک تحقیقی مجلّہ اس موضوع پر کافی کام کر رہا ہے۔ نیز تقریباً ایک درجن کے قریب رسائل اس موضوع پر خاص نمبر شائع کر چکے ہیں۔

ابتدائی منظوم سیرت نگاری کو پانچ ادوار میں بیان کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ پہلا دور تو وہ ہے جو نبی کریم ﷺ کی ولادت سے قبل اور بچپن کے حالات کا احاطہ کرتا ہے۔ مثلاً اسعد ابو کرب تبع الحمیری کے وہ اشعار جو نبی کریم ﷺ کی بعثت سے سات سو سال قبل کہے گئے۔ (۱۷)

کعب بن لوئی (جد امجد نبی کریم) کے وہ اشعار جو آپ ﷺ کی بعثت کی نوید پر مشتمل ہیں۔ (۱۸)

عسکان بن عواکن الحمیری کے وہ اشعار جو آپ ﷺ کی بعثت کے انتظار میں کہے گئے۔ (۱۹)

عبدالمطلب کے وہ اشعار جو آپ ﷺ کی ولادت پر بیت اللہ کے روبرو کہے گئے۔ (۲۰)

حلیمہ سعدیہ اور ان کی بیٹی شیما کے وہ اشعار جو آپ ﷺ کی مدحت میں بیان کیے گئے۔ (۲۱)

ابو طالب کا قصیدہ لامیہ اور دیگر اشعار جو محبت رسول میں لکھے گئے۔ (۲۲)

سراقہ بن مالک کے وہ اشعار جو اسؓ نے اسلام لانے کے بعد آپ ﷺ کی مدح میں کہے۔ (۲۳)

۲۔ منظوم سیرت نگاری کا دوسرا مرحلہ وہ ہے جو زیادہ تر آپ ﷺ کی بعثت کے بعد کے حالات کا احاطہ کرتا ہے۔ مثلاً:

حضرت حسان بن ثابتؓ کے وہ قصائد جو عشقِ رسول ﷺ میں ڈوبے ہوئے ہیں اور جنہیں آپ ﷺ نے مسجد نبوی میں سنا تھا۔ (۲۴)

کعب بن زہیر کا ''قصیدہ بانت سعاد'' جسے سن کر ایک روایت کے مطابق نبی کریم ﷺ نے انہیں اپنی چادر عطا کی تھی۔ (۲۵)

حضرت عبداللہ بن رواحہ کی سیرت نبوی کے موضوع پر کہے گئے اشعار جو فنی اعتبار سے نہایت پر

شکوہ ہیں۔(۲۶)

حضرت عائشہ صدیقہؓ کے وہ اشعار جو نبی کریم ﷺ کی وفات پر کہے گئے۔(۲۷)

مخدراتِ عصمت کے وہ منتشر مگر خوب صورت اشعار جو آپ ﷺ کی مدحت میں بیان کیے گئے۔(۲۸)

۳۔منظوم سیرت نگاری کا تیسرا مرحلہ وہ ہے جس میں جزوی سیرت نگاری کی روایت پروان چڑھی۔اس جزوی سیرت نگاری کا آغاز تیسری صدی ہجری کے آغاز سے ہوا۔اس حوالے سے سب سے پہلا نام جس تک تحقیقی رسائی ممکن ہوسکی ہے وہ محمد بن المستنر بن احمد کا ہے،جس نے معجزات نبوی ﷺ پر ۲۷۰ اشعار پر مشتمل ایک قصیدہ لکھا تھا۔(۲۹) تاہم یہ قصیدہ ہم تک نہیں پہنچ پایا اور نہ ہی اس کے کسی قلمی نسخے کا تا حال پتہ چل سکا ہے۔اس کا ذکر صرف تذکروں میں ہی ملتا ہے۔اس کے بعد بعض اہل علم نے منظوم سیرت نگاری کی روایت کو آگے بڑھایا۔مثلاً

شیخ جمال الدین صرصری نے شمائل نبوی اور واقعاتِ سیرت کو منظوم کیا۔(۳۰)

مجد الدین ابو بکر البغدادی نے بعض قصائد لکھے جو''وتریات'' کے نام سے مشہور ہیں اور ان کا موضوع آپ ﷺ کے شمائل ہیں۔(۳۱)

ابن الجیاب کا''قصیدہ لامیہ''معجزات نبوی کے ضمن میں تحریر کیا گیا۔(۳۲)

شیخ الدمامینی کا''قصیدہ رائیہ''معجزات،معراج اور غزوات کے موضوع پر ہے جو ۱۸۳ اشعار پر مشتمل ہے۔(۳۳)

۴۔منظوم سیرت نگاری کا چوتھا دور وہ ہے جس میں بعض منثور کتب سیرت کو منظوم کرنے کی روایت پروان چڑھی۔اس حوالے سے سیرتِ نبوی کی ابتدائی کتب کو نظم کی شکل دی گئی۔مثلاً

علی بن فضال بن علی المجاشعی نے سیرت ابن ہشام کو منظوم کیا۔اس صنف میں یہ پہلی مکمل منظوم سیرت ہے۔(۳۴)

☆ابو حفص عمر نے بھی سیرت ابن ہشام کو منظوم کیا۔(۳۵)

محمد القزوینی نے بھی سیرت ابن ہشام کو منظوم کیا،تاہم یہ ابو حفص کی منظوم سیرت ابن ہشام کی اصلاح پر مبنی ہے۔(۳۶)

عبد العزیز بن احمد نے سیرت ابن اسحاق کو منظوم کیا۔(۳۷)

احمد بن سعد البرینی نے بھی سیرت ابن ہشام کو منظوم کیا۔(۳۸)

فتح بن موسیٰ خضراوی نے بھی سیرت ابن ہشام کو ۱۲۰۰ اشعار میں منظوم کیا تھا۔(۳۹) سخاوی نے لکھا ہے کہ مؤلف نے بعد میں اس کی شرح بھی لکھی تھی۔(۴۰)

محمد بن ابراہیم بن محمد الشہید نے بھی سیرت ابن ہشام کو منظوم کیا جو دس ہزار ابیات پر مشتمل تھی۔(۴۱)

۵۔منظوم سیرت نگاری کا پانچواں دور وہ ہے کہ جس میں یہ روایت ایران سے ہوتے ہوئے برصغیر پہنچی۔اگر چہ برصغیر میں سیرت نگاری کا سفر عربی میں شروع ہوا، تاہم اب یہ روایت صرف عربی زبان تک ہی محدود نہ رہی بل کہ فارسی زبان میں بھی سیرت نبوی کو منظوم کیا جانے لگا۔ابتدائی فارسی منظوم کتب سیرت میں سے چند درج ذیل ہیں۔

شیخ شہاب الدین سہروردی نے اپنی مثنوی ''مونس العشاق'' میں ۱۶۶ اشعار کا معراج نامہ لکھا جو غالباً فارسی کی سب سے قدیم منظوم جزوی سیرت ہے۔(۴۲)

نظامی گنجوی بھی واقعہ معراج کو فارسی میں منظوم کیا۔ان کے بعد کے شعرا نے ان ہی کی تقلید میں معراج نامے لکھنے شروع کیے۔(۴۳)

فریدالدین عطار کی مثنوی ''منطق الطیر'' کے ۱۲۵ اشعار میں ''نور محمدی'' اور ''خلقت محمدی'' کو موضوع بنایا گیا ہے۔(۴۴)

محمد حسین باقر مہروی نے ''الشمائل'' (جو کہ ترمذی شریف اور الخصائص سے ماخوذ ہے) نظم تحریر کی۔یہ نظم شہنشاہ اکبر کے زمانے میں لکھی گئی اور برصغیر کی پہلی منظوم سیرت کہلائی جاسکتی ہے۔(۴۵)

ذوقی نے ''معجز مصطفیٰ'' کے نام سے سیرت نبوی کو فارسی میں منظوم کیا،جس کا دکھنی میں منظوم ترجمہ غلام محمود حسرت نے ''ریاض السیر'' کے نام سے کیا۔(۴۶)

مرزا محمد رفیع باذل مشہدی نے ''حملہ حیدری'' کے نام سے تیئس ہزار نو سو اکیاسی اشعار پر مشتمل منظوم سیرت لکھی، جو ملا واعظ کشفی کی ''معارج النبوۃ'' کی منظوم صورت ہے۔اس کے بہت سے تراجم بھی ہوئے۔(۴۷)

غلام محی الدین حضوری نے ایک مثنوی ''حلیہ محبوب خدا'' ۱۸۱۰ء میں جب کہ دوسری مثنوی ''تحفہ رسولیہ'' ۱۸۱۹ء میں تالیف کیں۔دونوں مثنویاں شمائل نبوی پر مشتمل ہیں۔(۴۸)

امداد علی علوی کی بھی ایک منظوم سیرت ''شمائل النبوی'' کا ذکر ملتا ہے، جو ایک سو تیس اشعار پر مبنی ہے اور ۱۳۰۰ھ میں تحریر کی گئی۔(۴۹)

مرزا قدرت اللہ بیگ نے ''مطالع المحامد'' کے نام سے سیرتِ نبوی کو محذوف الافعال اور مسقوط النقاط شکل میں منظوم کیا۔ یہ کتاب بیسویں صدی کی ابتدا میں لکھی گئی۔ اگر چہ اس کتاب کے بعد بھی فارسی میں منظوم سیرت نگاری کا پتہ چلتا ہے۔ (۵۰) لیکن اس طرز کی کتاب نہ پہلے لکھی گئی اور نہ بعد میں۔ اس کتاب کا تعارف کراتے ہوئے اس کے بعض اہم پہلوؤں، خصائص اور نقائص پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

مصنف کا تعارف

مطالع المحامد کے مولوی قدرت اللہ بیگ قصبہ ملیح آباد ضلع لکھنؤ کے ایک نہایت قدیم اور شریف گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے مورث اعلیٰ کا نام مرزا سیف اللہ بیگ تھا اور آبائی وطن فتح آباد تھا جو غزنی کے قریب ایک مشہور قصبہ ہے۔ آپ کا اور نواب حیدر بیگ (نواب آصف الدولہ کے وزیر) کا تعلق ایک ہی خاندان سے تھا۔ ان دونوں کے خاندانی تعلقات تغیرات زمانہ کی بہ دولت بعض وجوہ سے خوش گوار نہ رہ سکے اور منقطع ہو گئے۔ مرزا سیف اللہ بیگ اٹھارہ سوسوار کے رسال دار تھے اور ضلع سلطان پور کے ناظم تھے۔ ملیح آباد کے قریب قصبہ مرزا گنج انہیں کا آباد کیا ہوا ہے۔ مرزا سیف اللہ بیگ کا نسب دو بیٹیوں اور ایک بیٹے سے آگے چلا۔ بیٹے کا نام رستم بیگ تھا جو اپنے والد کے بعد بھی رسال دار رہے۔ ان کے دو بیٹے ہوئے جن کے اسمائے گرامی بالترتیب مرزا احمد علی بیگ اور مرزا محمد بیگ تھے۔ مرزا احمد علی بیگ کے پانچ بیٹے ہوئے، جن میں سے ایک مرزا محسن بیگ تھے۔ ہمارے ممدوح مرزا قدرت اللہ بیگ ان کے چوتھے نمبر کے بیٹے تھے۔ مولوی قدرت اللہ بیگ کے نانا کا نام محمد جعفر خاں تھا اور ان کے والد کا نام سعادت علی خاں تھا۔ آپ کے ننھیال کا تعلق آفریدی علی خیل سے تھا، جو خیبر سے پہلے مئوفرخ آباد میں اور پھر ملیح آباد چلے آئے اور یہیں کے ہو رہے۔

مولوی قدرت اللہ بیگ ۱۲۸۷ھ/۱۸۷۳ء کو بہ مقام ملیح آباد میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وہیں سے حاصل کی اور تکمیل کے لئے دارالعلوم دیو بند تشریف لے گئے۔ آپ جس دور میں دارالعلوم دیو بند تشریف لے گئے وہ اس کے عروج کا دور تھا اور مولانا رشید احمد گنگوہی (۱۸۲۹ء۔ ۱۹۰۵ء) جیسے جلیل القدر عالم دارالعلوم میں رونق افروز تھے۔ اس بات کا کوئی حتمی ثبوت تو نہیں لیکن غالب خیال ہے کہ آپ نے ان کی علمی صحبتوں سے ضرور فیض اٹھایا ہوگا۔ تکمیل کے بعد لکھنؤ میں علم طب کے مشہور و مستند اطبا سے طب کی تعلیم حاصل کی اور اسی دوران سنسکرت میں بھی کافی دست گاہ بہم پہنچائی۔ روحانی تعلق مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادی (۱۷۹۲ء۔ ۱۸۶۲ء) سے رہا، اور امام ربانی مجدد الف ثانی (۱۵۶۴ء۔ ۱۶۲۴ء)

(۵۱) کے دل و جاں سے متبع تھے۔ آپ کو فلسفہ و منطق سے خاص شغف تھا۔ فارسی شاعری میں اپنا نظر نہیں رکھتے تھے اور تخلص ''راد'' کرتے تھے۔ حصول تعلیم کے بعد تدریس سے منسلک ہو گئے اور مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ میں تادم آخر فارسی کے مدرس اعلیٰ کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ آپ کے انتقال کا سن معلوم نہیں لیکن ''مطالع المحامد'' کی تالیف کے بعد وہ زیادہ عرصہ زندہ نہیں رہے تھے اور اس اعتبار سے ان کا وصال ۱۹۴۰ء کے لگ بھگ ہی قرار دیا جا سکتا ہے۔ ایک بیٹی کے علاوہ کوئی اولاد پیچھے نہ چھوڑی اور یہ بیٹی بھی کم عمری ہی میں داغ مفارقت دے گئی۔ علمی سرمایے میں ''مطالع المحامد'' کے علاوہ ''مثنوی سحر حلال''، ''ابوالفضل'' اور چند درسی کتب ''ریاض فارسی'' اور ''انتخاب فارسی'' یادگار چھوڑی ہیں۔ (۵۲) اسے تاریخ کی ستم ظریفی پر ہی محمول کیا جا سکتا ہے کہ جس طرح ان کی شخصیت ان کی سادگی اور درویشی کی وجہ سے محققین سیرت سے پوشیدہ رہی اسی طرح ان کی کتب بھی آج ڈھونڈے سے نہیں ملتیں۔

سبب تالیف

مولوی قدرت اللہ بیگ کی واحد اولاد ان کی دختر نور جہاں تھی۔ جسے انہوں نے ''مطالع المحامد'' میں ''معصومہ'' کے نام سے ذکر کیا ہے۔ انہیں اپنی دختر سے بے پناہ محبت اور لگاؤ تھا۔ ان کی دختر انہیں محض دس سال کی عمر میں تنہا چھوڑ گئی اور ان کی زندگی ویران کر گئی۔ مولوی قدرت اللہ بیگ کو اس واقعے سے اتنا صدمہ پہنچا کہ سب کچھ ترک کر بیٹھے۔ طبیعت کو افاقہ ہوا تو دل میں ٹھان لی کہ اپنی بیٹی کی یاد اور ایصال ثواب کے لیے کوئی ایسا کام کر جائیں گے کہ دنیا اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہوگی اور حقیقت یہ ہے کہ وہ ایسا کرنے میں کامیاب بھی ہوئے۔ سبب تالیف کا ذکر کرتے ہوئے مؤلف نے خود لکھا ہے:

در اردواء معصومہ و روح مادر
مدار معلا مداح والا
در اکرام والد کہ مرد مطہر
سر راد درگاہ صدر معلا (۵۳)

مداح (یعنی مولف) کا اس قصیدے کے لکھنے کا سبب یہ ہے کہ اس کی بیٹی (نور جہاں) اور اس کی والدہ کی روح کو خدا تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے تر و تازہ کرے۔ رسول اللہ ﷺ کے در دولت پر راد (مولف) نے اپنا سر اس غرض سے رکھا ہے کہ اس کے والد پر بھی کرم کا ابر برسا دے۔

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

ارم کار در مدح صدر اکارم
مع درد معصومہ مداح والا (۵۴)

مولف کا دل اپنی بیٹی کی جدائی کے رنج وغم میں مبتلا ہے۔لیکن پھر بھی وہ رسول اللہ ﷺ کی تعریف بیان کر کے اپنے لیے جنت کا سامان پیدا کرنا چاہتا ہے۔

کتاب کا تعارف

مولوی قدرت اللہ بیگ کی کتاب ''مطالع المحامد'' فارسی زبان کی منظوم سیرت ہے جو قصیدے کے طرز میں لکھی گئی ہے۔(۵۵) اس کتاب کی خاص بات یہ ہے کہ چار ہزار پانچ سو اڑتیس اشعار میں کوئی لفظ ایسا استعمال نہیں کیا گیا جس میں نقطہ ہو اور نہ اس میں کوئی فعل استعمال کیا گیا ہے۔تیسری خصوصیت یہ ہے کہ اس میں گنتی کے چند اشعار کے علاوہ کوئی شعر ایسا نہیں جو صنعت تجنیس اور قلب سے خالی ہو۔مسقوط النقاط کتب کی تو بعض مثالیں ہمارے سامنے موجود ہیں لیکن محذوف الافعال کتاب کی کوئی نظیر نظر سے نہیں گزری۔پروفیسر عبدالقوی فانی (لکھنؤ یونیورسٹی) نے اس کتاب پر جو مختصر مقدمہ لکھا ہے، اس میں انہوں نے تحریر کیا ہے کہ: اس کتاب میں آں حضرت ﷺ کے سوانح مبارک بیان کیے گئے ہیں اور درحقیقت یہ ایک بڑا اعجاز ہے اور ماننا پڑتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ کا تصرف ہے اور آپ کی برکت ہے کہ آپ کے حالات کی کتاب اس شان سے نظم ہو جائے کہ اس میں نہ تو کوئی نقطہ والا لفظ ہو اور نہ کوئی فعل ہو۔چوں کہ ملک سے اب فارسی کا ذوق کم ہو رہا ہے، مجھے اندیشہ ہے کہ بہ جز معدودے چند باکمال ہستیوں کے جن سے ملک اب بھی خالی نہیں ہے، یونیورسٹیوں کے نام نہاد فارسی کے اعلیٰ درجے کے سند یافتہ مولوی صاحب موصوف کے کلام کا ترجمہ شاید ہی کر سکیں۔سمجھنا اور داد دینا تو بڑی چیز ہے۔(۵۶)

کتاب کے سن تالیف کے بارے میں پروفیسر عبدالقوی فانی ہی کے مقدمے کے ایک جملے سے پتہ چلتا ہے کہ اس کی تکمیل طباعت سے ایک سال قبل ہوئی ہے،اور مقدمے کے اختتام پر چوں کہ تاریخ ۱۲ اکتوبر ۱۹۳۵ء رقم ہے، اس لیے اغلب یہ ہے کہ کتاب کی تکمیل ۱۹۳۴ء میں ہو چکی تھی۔اس کتاب کو لکھنے میں کتنا عرصہ لگا اس کی حتمی شہادت ہمیں اس کتاب ہی کے ایک شعر سے ملتی ہے۔

دو سہ سال دوار کلک مطہر
در املاء مدح مہہ راد اعلیٰ

مدح کے قلم نے آپ ﷺ کی تعریف لکھنے میں دو تین سال حرکت کی ہے۔(۵۷)

یہ کتاب پہلی اور شاید آخری مرتبہ مطبع یوسفی لکھنؤ سے ۱۹۳۵ء میں طبع ہوئی۔ دو سو پینتیس صفحات پر مشتمل یہ کتاب دیوانی طرز پر شائع کی گئی تھی اور اس کے حاشیے میں بعض مشکل الفاظ کے معنی بھی دیے گئے تھے۔ کتاب پر پروفیسر عبدالقوی فانی کا مختصر مگر جامع مقدمہ پیش کیا گیا ہے، جس میں مولوی قدرت اللہ بیگ کی شخصیت کا عمومی تعارف پیش کیا گیا اور یہ تعارف ہماری تحقیق کے مطابق ان کی شخصیت کے حوالے سے واحد ماخذ ہے۔ یہ کتاب جس دور میں تخلیق ہوئی اس دور میں فارسی شاعری کے اساتذہ اور فن دان خال خال ہی تھے۔ یقیناً اس دور تک فارسی کی کئی منظوم کتب سیرت لکھی جا چکی تھیں اور ممکن ہے اپنی مسجع و مقفع ترتیب کے اعتبار کے کئی کتب اس سے بہتر ہوں لیکن حسنِ ترتیب، حسن بیاں، صنائع و بدائع اور ندرت لفظی میں شاید ہی کوئی فارسی منظوم سیرت اس کے ہم پلہ قرار دی جا سکتی ہے۔ عربی زبان کی وسعت اور ذخیرہ الفاظ کی کثرت سے سب واقف ہیں۔ اسی طرح اردو کو لشکری زبان ہونے کے باعث بہت سے درآمدی الفاظ کا ذخیرہ ملا ہے لیکن فارسی زبان کا معاملہ بالکل الگ ہے۔ اس زبان میں نہ تو عربی کی طرح ذخیرہ الفاظ کی کثرت ہے، اور نہ ہی اردو کی طرح دیگر زبانوں کے الفاظ سمونے کی صلاحیت ہے۔ اگرچہ مصنف نے عربی اور ترکی کے بھی بعض الفاظ کو استعمال کیا ہے لیکن ایسے الفاظ مقدار میں کچھ زیادہ نہیں۔ مصنف کی کوشش رہی ہے کہ زیادہ تر فارسی ہی کے الفاظ کو استعمال کیا جائے۔ البتہ مصنف نے قدیم فارسی کے کئی متروک الفاظ کو بھی اپنے ذخیرہ الفاظ میں شامل کر کے انہیں حیات نو بخشی ہے۔ تاہم اتنے محدود ذخیرہ الفاظ میں سے مسقوط النقاط اور محذوف الافعال الفاظ کا چناؤ کر کے اتنی طویل سیرت منظوم کر دینا عقل کو حیران کر دینے والا کارنامہ ہے۔

موضوعات کتاب

اگرچہ کتاب کے مضامین اور موضوعات میں اس دور کے اثرات واضح نظر آتے ہیں اور مصنف نے بھی دیگر منظوم سیرت نگاروں کی طرح ولادت، رضاعت، معراج اور معجزات جیسے مضامین کو بہت زیادہ طول دیا ہے، لیکن بہ حیثیت مجموعی یہ پوری کتاب ان ہی موضوعات تک ہی محدود نہیں بل کہ سیرت نبوی کو واقعات اور توقیت سیرت کی ترتیب پر پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ لیکن مؤلف کا دائرہ کار محض مکی زندگی تک محدود ہے اور مدینے کی زندگی اور غزوات وغیرہ سے بحث نہیں کی گئی۔ قبل اس کے کہ ہم اس کتاب کے فنی محاسن اور نقائص پر اپنی معروضات پیش کریں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کتاب کے مضامین

اور موضوعات کا ترتیبی اسلوب پر جائزہ لے لیا جائے۔

ا۔ حمد باری تعالیٰ

کتاب کا آغاز حمد باری تعالیٰ سے ہوتا ہے۔ مؤلف نے چار سو چالیس اشعار میں اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی ہے۔ فارسی کی منظوم کتب میں حمد باری تعالیٰ سے آغاز کی روایت اگرچہ بہت قدیم ہے لیکن منظوم کتبِ سیرت میں حمد باری تعالیٰ سے آغاز کرنا اور چار سو چالیس اشعار اس موضوع پر صرف کرنا اس سے قبل کی کتب منظوم میں خال خال ملتا ہے۔ عشق الٰہی کے موضوع پر حمد باری تعالیٰ کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

حمامِ سما طائر مہر داور
مع دور طاؤس مہر معلآ
سما سالک راہِ اعلاءِ عالم
مہہ و مہر در دور اسرار والا
دموع مطرا رود مطہر
در اسرار مہر اللہ معلآ
سرکوہِ درکاہِ آلامِ داور
ہمہ گرد دوّار ہر سوءِ صحرا (۵۸)

آسمان کا پرندہ عشقِ الٰہی کے میدان میں اڑ رہا ہے اور آفتاب مثل طاؤس کے جھوم رہا ہے۔ آسمان اطاعت خداوندی کی راہ میں چل رہا ہے۔ چاند اور سورج اسرارِ الٰہی کے دور میں گردش کر رہے ہیں۔ سمندر کے تر و تازہ آنسو عشقِ الٰہی کی یاد میں بہہ رہے ہیں۔ پہاڑ عشقِ الٰہی کے غم میں گھاس اڑا رہے ہیں اور جنگل کے چاروں جانب گرد چکر لگا رہی ہے۔

۲۔ ولادت نبوی

حمد باری تعالیٰ کے بیان کے بعد مصنف نے ولادت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو موضوع بنایا ہے اور اس عنوان کے تحت آٹھ سو تیرانوے اشعار تحریر کیے ہیں۔ اس موضوع کو اتنا طول دینے کا باعث بہ ظاہر یہی نظر آتا ہے کہ اس دور کی منظومہ کتبِ سیرت زیادہ تر اسی عنوان ہی کا احاطہ کرتی تھیں اور مولف بھی اپنے دور کے ان اثرات سے محفوظ نہیں رہ سکے۔ اگرچہ اس عنوان کے تحت بہت سی کم زور روایات قصیدے میں در آئی ہیں تاہم ان کا تجزیہ اپنے مقام پر کیا جائے گا۔ فی الحال تو دکھانا یہ مقصود ہے کہ مولف نے اس موضوع پر قلم

کاری کے کیا جوہر دکھائے ہیں۔ آپ ﷺ کی پیدائش کے وقت زمانے کا کیا حال تھا؟ ملاحظہ فرمائیں:

در اسرار مولود موساء حکمہ

ہمہ لمعہ طور و دہرا مطرا (۵۹)

آپ ﷺ کی پیدائش کی وجہ سے تمام زمانے میں جشن ہو رہے ہیں اور ہر مقام پر اس قدر روشنی پھیلی ہوئی ہے کہ ہر جگہ تجلی طور کا گمان ہوتا ہے۔

مصنف نے آپ ﷺ کی ولادت سے قبل کی دنیا کے سماجی حالات کو موضوع نہیں بنایا بل کہ آپ ﷺ کی ولادت کے بعد انسانی سماج پر جو اثرات مرتب ہوئے ان کو موضوع بنایا ہے۔ اس ذیل میں ضمناً آپ ﷺ کی ولادت سے قبل کی سماجی خرابیوں کا رد ہو جاتا ہے۔ مثلاً مصنف کے ضمیر میں یہ بات موجود تھی کہ آپ ﷺ کی ولادت سے قبل دنیا افراط وتفریط کا شکار تھی۔ لیکن اس کی تفصیل بیان کرنے کی بہ جائے مؤلف اس اشارے پر ہی اکتفا کرتے ہیں:

معدل در اطوار ممہد

سوء مہر مائل سماء معلا (۶۰)

آپ ﷺ کی ولادت سے (افراط وتفریط سے بھری) دنیا میں اعتدال اور ٹھہراؤ پیدا ہو گیا تھا اور آسمان بھی لطف ومحبت کی طرف مائل نظر آتا تھا۔

نبی کریم ﷺ کی ولادت سے قبل سماج کے کم زور اور غریب طبقے کی حالت بہت خستہ تھی۔ مصنف لوگوں کی خستہ حالی کا ذکر کرنے میں مشغول ہونے کی بہ جائے آپ ﷺ کی ولادت کو اس طبقے کی خستہ حالی کے خاتمے کا نقطۂ آغاز بتا رہے ہیں:

مع سوءِ مکسور در دور سرور

مع مال ہر عائل عہد والا

مع روح مطروح در دور داور

مع سور مکسور در عہد والا (۶۱)

آپ ﷺ کے دورِ نبوت میں شکستہ حال لوگ جشن کر رہے ہیں۔ سماج کے غریب اور پسے ہوئے طبقات اب مال دار ہو گئے ہیں۔ آپ ﷺ کی ولادت سے قبل جو لوگ شکستہ حال اور درماندگی کا شکار تھے اب خوشی ان سے بغل گیر ہے اور جو لوگ کم زور اور غریب تھے اب وہ جشن منا رہے ہیں۔

مؤلف نے آپ ﷺ کی ولادت سے قبل کے ظلم واستحصال کے نظام پر تفصیلات پیش کرنے کی بہ جائے آپ ﷺ کی آمد سے عدل وانصاف کے فروغ اور امن وسکون کی عمل داری پر بات کی ہے:

همه عدل ہر سوء دہر مطہر
مع دور آرام ہر کوه و صحرا
در آواء مولود مرد معلا
مکسر در اہوال اعداء دارا(۶۲)

اب اس زمانے میں ہر طرف عدل وانصاف کا رواج ہے۔حتیٰ کہ پہاڑوں اور صحراؤں میں بھی امن وسکون کا دور ہے۔آپ ﷺ کی ولادت کی خبر سے تمام ظالم لوگ شکستہ حال ہوگئے ہیں۔

نبی کریم ﷺ اس دنیا میں اس لیے تشریف لائے تھے کہ دین خداوندی کی تکمیل کر دیں اور ظاہر ہے کہ دین کی تکمیل کے بعد کسی اور نبی کی آمد کا جواز نہیں رہتا۔ذرا ملاحظہ فرمائیں کہ عقیدہ ختم نبوت کو کس طریقے سے آپ ﷺ کی ولادت کے ساتھ مربوط کیا ہے:

ورود مہہ راد صدر ذو عالم
مکمل در احکام داراء اعلا(۶۳)

آپ ﷺ اس دنیا میں صرف اس لیے تشریف لائے کہ آپ کے ذریعے احکام خداوندی کی تکمیل ہوجائے۔چناں چہ آپ ﷺ کے بعد نبوت بھی ہمیشہ کے لئے ختم ہوگئی۔

مصنف نے ولادت کے ذیل میں نبی کریم ﷺ کے حسب نسب اور والدین کریمین کو بھی موضوع بنایا ہے۔آپ ﷺ کے حسب نسب پر تو سب متفق ہیں لیکن آپ کے والدین کے ناجی اور مغفور بالمغفرہ ہونے یا نہ ہونے میں بدقسمتی سے علما کے ہاں اختلاف ہے۔تاہم محقق علما کے ہاں آپ ﷺ کے والدین ناجی اور مغفور بالمغفرہ ہیں۔(۶۴) مؤلف کا رجحان بھی اسی طرف غالب ہے:

در اسرار واصل اعلاء عالم
مدار مہام الہ معلا
در اسرار مادر امام مطہر
دُر دور داماء مہر و مدارا(۶۵)

آپ ﷺ اپنے حسب نسب کی شرافت اور نجابت کا وجودِ اتم تھے۔آپ کی والدہ ماجدہ

لطف ومحبت کا دریا تھیں اور آپ ﷺ اس دریا کے دریتیم تھے۔

ایک اور جگہ اسی مضمون کو یوں بیان کیا ہے:

معلاء در اولاد اعلاء آدم
مع ہر دو گوہر رسول معلا
در اسرار ام سرور دو عالم
در دور داماء مہر و مدارا
در اسرار والد معلاء عالم
لواء ہمم راد مرد معلا (٦٦)

حضرت آدم علیہ السلام کی معزز اولاد میں ہمارے رسول مع اپنے حسب نسب کے بہت ہی معزز اور اعلیٰ مرتبے پر فائز تھے۔ آپ ﷺ اپنی والدہ ماجدہ اور ننھیالی فضیلت کے اعتبار سے دریائے مکارم اخلاق کے دریتیم تھے۔ اور اپنے والد ماجد اور ددھیالی فضیلت اور جواں مردی کا علم بلند کیے ہوئے تھے۔

۳۔ ایام رضاعت

ایام رضاعت کے سلسلے میں زیادہ تر منظوم سیرت نگاروں نے ان حالات و واقعات اور معجزات کو منظوم کیا ہے جو حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے آپ ﷺ کو اپنے ساتھ مکے سے لے جانے کے دوران پیش آئے۔ مثلاً حضرت حلیمہ سعدیہؓ کی مریل اونٹنی کا تیز بھاگ کر قافلے کو پیچھے چھوڑنا، بکریوں کا دودھ دینا، مکے سے قبیلہ بنی سعد تک کے راستے میں ہونے والے معجزات وغیرہ۔ (٦٧) تاہم مصنف نے ان تمام واقعات سے صرف نظر کرتے ہوئے حضرت حلیمہ سعدیہؓ کا آپ ﷺ کے ساتھ برتاؤ، آپ کی آمد سے ان کا خوش حال ہونا، آپ ﷺ کا بکریاں چرانا اور شق صدر جیسے مستند واقعات ہی کو موضوع بحث بنایا ہے۔ ان تمام واقعات کو مصنف نے ایک سو چھیاسٹھ اشعار میں پیش کیا ہے۔ حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے حوالے سے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

در ارسال کودک سوام ہر کس
مصمم مع مال و مہر و مدارا
ہمہ اہما طامع ور و درہم

معر اور اکرام ولاء اعلاء
ام ودم صدر معلاء عالم
مدار معلاء مہر و مواسا
مکمل ام دوم در مہر داور
در اطور ام معلاء اولا
ہمہ سوء در دار ام مطہر
در اسرار مہر رسول معلا
مطہر ہمہ دار ام مکرم
در اسرار گام مہہ راد اعلا(۶۸)

اہل مکہ کا قاعدہ تھا کہ وہ اپنے نوزائیدہ بچوں کو اجرت معین کر کے اطراف کی دودھ پلانے والی عورتوں کو دے دیتے تھے۔ دودھ پلانے والی عورتیں زیادہ مال و دولت کی لالچ رکھتی تھیں اور اس وجہ سے وہ خدا کے فضل و کرم سے محروم رہیں (ماسوائے حلیمہ سعدیہ کے)۔ آپ ﷺ کی دوسری والدہ (حلیمہ سعدیہؓ) لطف و محبت اور مکارم اخلاق کا برتر مدار تھیں۔ اور آپ سے محبت والفت کے معاملے میں بالکل آپ ﷺ کی پہلی ماں (حضرت آمنہؓ) کے مشابہہ تھیں۔ آپ ﷺ کی آمد سے حلیمہ سعدیہ کے گھر میں خوشی کا جشن ہو رہا تھا اور ان کا پورا گھر آپ ﷺ کے قدموں کی برکت سے پاک ہو گیا تھا۔

اس کے بعد مصنف نے آپ ﷺ کی بکریاں چرانے کا ذکر کیا ہے اور اس حوالے سے پھولوں کے کھل اٹھنے، درختوں کے جھومنے اور جانوروں کے رقص کرنے جیسی تعبیرات پیش کی ہیں:

مہہ راد در عمر دو سال مائل
در اسرار داور سوءِ دور مرعا
ہوا والہ سور مرعاء سرور
مع دور ہر دوحہ درمہر والا
ہمہ لالہ در رمل صحراء سرور
ہمہ ورد در گرد مرعاءِ والا(۶۹)

آپ ﷺ خدا تعالیٰ کے حکم سے دو سال کی عمر میں بکریاں چرانے چراگاہ کی طرف تشریف

لے گئے۔ ہوا آپ ﷺ کی چراگاہ آمد پر جشن کر رہی تھی اور چراگاہ کا ہر درخت آپ کی محبت میں جھوم رہا تھا۔ جس بیاباں میں آپ ﷺ تشریف لے گئے تھے اس کی ریت بھی لالہ وگل بن گئے تھے۔

جب آپ ﷺ کی عمر مبارک چھ سال کی تھی تو شق صدر کا واقعہ پیش آیا۔ اس کی خبر جب آپ کے رضاعی بھائیوں نے اپنے والدین کو دی تو انہوں نے آپ ﷺ سے دریافت فرمایا کہ کیا ہوا تھا۔ جس کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا۔ میرے پاس دو شخص جو سفید کپڑے پہنے تھے آئے اور مجھے اٹھا کر میرا پیٹ چاک کیا۔ انہوں نے اس میں کوئی چیز تلاش کی، میں نہیں جانتا کہ وہ کیا تھی۔ (۷۰) اس واقعے کو مؤلف نے کچھ یوں منظوم کیا ہے:

مع کار کارد رکوع ملائک
سوءِ گام سالار دہر مطرا
مکسر ہمہ صدر درکار کارد
مسلم مہہ راد سالار اعلا
مکرر در اوراد و در ماء طاہر
ملائک مطہر دل و صدر دارا
دل و صدر صدر معلاء عالم
رصدگاہ اسرار داراءِ اعلا
مصمم در ارسال صدر دو عالم
سوءِ مکہ ام مہہ راد اعلا
محول ام دوم صدر مکرم
سوءِ در آلام ماہِ ہدارا (۷۱)

فرشتوں نے آپ ﷺ کے قدموں کی جانب سر جھکا کر اس کام کو پورا کیا جس کا حکم خدا تعالیٰ نے دیا تھا۔ اگر چہ چھری سے آپ کا پورا سینہ چاک ہو گیا تھا لیکن آپ ﷺ انتہائی مستقل مزاج رہے۔ ملائکہ کچھ اوراد پڑھتے جاتے تھے اور انہوں نے پاک پانی سے آپ ﷺ کے دل اور سینے کو چند مرتبہ دھویا۔ اس باعث آپ کا سینہ اسرارِ الٰہی کا رصدگاہ بن گیا۔ جب یہ واقعہ پیش آیا تو حضرت حلیمہ سعدیہؓ نے یہ ارادہ کر لیا کہ اب آپ ﷺ کو مکہ واپس بھیج دیا جائے۔

چناں چہ انہوں نے انتہائی رنج وغم کے ساتھ آپ ﷺ کو ان کے چچا کے سپرد کر دیا۔

۴۔سفرِ شام

چھ سال کی عمر میں جب آپ ﷺ واپس مکہ تشریف لے آئے تو آپ کی والدہ ابوا میں انتقال فرما گئیں اور آپ ﷺ کی تربیت کی ذمے داری عبد المطلب (دادا) پر آن پڑی۔ آپ کی عمر آٹھ سال کی تھی کہ وہ بھی داغ مفارقت دے گئے اور اب آپ ﷺ اپنے چچا ابو طالب کے زیر کفالت آ گئے۔ وہ آپ ﷺ کو اسی کم عمری میں اپنی تجارتی مصروفیات کے باعث اپنے ساتھ شام لے گئے۔ آپ کی عمر اس وقت ۱۲ سال تھی جب آپ شام تشریف لے گئے۔ دوسری مرتبہ آپ ﷺ کی عمر مبارک جب پچیس سال ہوئی تو تب آپ ﷺ حضرت خدیجہؓ کا مالِ تجارت لے کر شام گئے۔ (۷۲) آپ کے شام میں جانے اور واپس آنے کے واقعات کو بھی شاعر نے موضوع بحث بنایا ہے اور اس موضوع پر پچاسی اشعار تحریر کیے ہیں۔ ان میں سے چند ملاحظہ فرمائیں:

دودہ دو و سہ سال در عمر سرور
مع مال مائل سوءِ دار دارا
در اموال سودا مہہ راد حارس
مہہ صالحہ مالک مالِ سودا
ہمہ مال در حکم اعلاء عالم
ہمہ درہم مال در راءِ والا
مکمل ہمہ سود در مال سودا
ہمہ در و الماس و لعل مطرا (۷۳)

آپ ﷺ کی عمر مبارک پچیس سال تھی جب آپ مال تجارت سمیت شام تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ اس مال تجارت کے محافظ اور حضرت خدیجہؓ اس کی مالکہ تھیں۔ مال تجارت میں بہت نفع ہوا اور ہیرے جواہرات کے ڈھیر لگ گئے۔

اس کے بعد شاعر نے حضرت خدیجہؓ کے غلام کے مشاہدات کو بیان کیا ہے اور بتایا ہے کہ کس طرح حضرت خدیجہؓ آپ ﷺ کی شرافت ونجابت سے متاثر ہوئیں اور آپ کو خود نکاح کا پیغام بھجوایا:

کلام معلاء مملوک عائد

در اعلام احوال سالار اعلا

محمد معلاء اسرار داور

محمد رسول الله معلا

در ادراک احوال صدر دو عالم

مہہ صالحہ والہٗ راد اعلاء

ہمہ رام راءِ رسول مطہر

ہمہ طائر دام احکام والا

ہمہ صالحہ مادر آل سرور

وہ ود وائمہ ہمہ آل والا (۷۴)

جب آپ ﷺ مکے واپس تشریف لائے تو حضرت خدیجہؓ کے غلام نے (جو ساتھ گیا تھا) آپ ﷺ کے بارے میں حضرت خدیجہؓ کو آپ ﷺ کی شرافتِ نفسی کے متعلق بتایا اور کہا کہ محمد ﷺ اسرارِ الٰہی میں بہت کامل اور اعلیٰ درجہ کے حامل ہیں اور وہ خدا تعالیٰ کے رسول ہیں۔ رسول اللہ کے حالات معلوم کر لینے کے بعد حضرت خدیجہؓ آپ ﷺ کی گرویدہ ہو گئیں اور آپ ﷺ کی رائے کی تابع اور احکام کی مطیع (منکوحہ) ہو گئیں۔ حضرت خدیجہؓ رسول اللہ ﷺ کی اولاد کی ماں ہیں اور یہ اعزاز امہات المومنین میں سے اور کسی کو حاصل نہ ہوا۔

۵۔ نبوت کا آغاز

مکہ مکرمہ سے تین میل کے فاصلے پر ایک غار تھا جس کو ''حرا'' کہتے تھے۔ ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ غار حرا میں تحنث یعنی عبادت کیا کرتے تھے۔ ایک دن آپ ﷺ حسب معمول عبادت میں مصروف تھے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام پہلی وحی لے کر آئے اور آپ ﷺ کو نبوت کی بشارت بھی دی۔ اس واقعے سے آپ ﷺ سہم گئے اور حضرت خدیجہؓ کو سارا ماجرا سنایا۔ انہوں نے آپ کو ڈھارس بندھائی اور آپ ﷺ کو اپنے چچازاد ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ (۷۵) اس واقعے کو شاعر نے تئیس اشعار میں منظوم کیا ہے:

حرا طالع مہر اسرار داور

حرا مصدر دور مہر و مدارا

امام ملائک در اکرام سرور
مہہ راد ور دور اہوال دروا
عم ام اولاء اہلِ مکارم
مصرح در احوال سالار اعلا
محمد رسول اِلٰہ مکرم
مدار مہام سماء معلاء(۷۶)

غار حرا خدا تعالیٰ کے اسرار سے دنیا کو منور کرنے والا ہے، کیوں کہ غارِ حرا ہی سے احکامِ نبوت کا دور شروع ہوا امام ملائک جبرائیل آپ ﷺ کی عظمت بیان کررہے تھے اور نبوت کی بشارت دے رہے تھے مگر رسول اللہ ﷺ اس واقعہ سے بہت سہم گئے تھے۔ حضرت خدیجہؓ آپ ﷺ کو اپنے چچازاد (ورقہ بن نوفل) کے پاس لے گئیں جو اپنے مذہب کے بڑے عالم تھے۔ واقعہ سن کر انہوں نے فرمایا کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ زمین و آسمان کے احکام کا دارومدار آپ ﷺ ہی پر ہے۔

۶۔ دعوتِ اسلام

چالیس سال کی عمر میں جب آپ ﷺ نبوت سے سرفراز ہوئے تو آپ ﷺ کو حکم ہوا کہ دینِ اسلام کی دعوت کو عام کریں۔ چناں چہ آپ ﷺ نے پہلے مرحلے میں اپنی قوم اور دوسرے مرحلے میں پوری دنیا سے حج کے لئے آنے والے لوگوں کو دین اسلام کو قبول کر لینے کی دعوت دی۔(۷۷) اس واقعے کو شاعر نے غیر معمولی اہمیت دی ہے۔ چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

رسول امم مورد حکم دارا
در اعلاء اعلام مہر و مدارا
اکابر ہمہ سائر راہِ سرور
رسُل سالک مسلک صدر اعلاء
در احکام صدر معلاء عالم
ہمہ دہر مدعو سوء راہِ دارا
مکرر کلام گروہ ممالک

سوء ردّ احکام صدر معلا
اگر اہلِ مکہ در احکام سرور
ہمہ رام ما ہم در احکام والا (۷۸)

رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم آیا کہ آپ مکارم اخلاق کے علم کو بلند کریں، دین اسلام کو پھیلائیں اور اپنی قوم کو کہیں کہ جنگ و جدال کو چھوڑ دیں۔ جو لوگ بالذات مقدس اور پاک تھے انہوں نے آپ ﷺ کی دعوتِ دین کو قبول کرلیا۔ آپ کی دعوت کسی خاص قوم اور خاص وقت تک ہی محدود نہیں تھی بل کہ عام اور دائمی تھی۔ جب آپ ﷺ نے اس دعوت کو دیگر اقوام کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے کہا کہ ہم اس وقت آپ کی دعوت قبول کرنے سے عاجز ہیں۔ لیکن آپ کی اپنی قوم نے آپ ﷺ کے دین کو قبول کرلیا تو ہم بھی آپ ﷺ کی اطاعت قبول کرلیں گے۔

۷۔ اہلِ اسلام پر سختیاں

آپ ﷺ کی دعوت دین سے جہاں کچھ لوگ اس طرف مائل ہوئے اور اصحاب رسول کہلائے تو دوسری جانب بہت سے لوگوں نے آپ ﷺ کی دعوت کو قبول کرنے سے انکار کردیا اور اعداءِ رسول کہلائے۔ ان لوگوں نے آپ اور آپ کے اصحاب پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ دیے۔ لیکن آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی جماعت نے ان سختیوں کا ثابت قدمی سے مقابلہ کیا:

گروہ رسولِ الٰہ مطہر
مع ورد در دور اطوار اعداء
گہہ رمل محرور راس اکارم
گہہ رد امعا و دم سوءِ دارا
سہام سحر سوءِ اہل مراحم
مساء اکارم مع دود اعداء
گہہ کاسر روحِ اہل مکارم
گہہ صارم دور اہلِ مدارا
در آلام اعداء ہمہ دہر مدعو

سوء راہ و رسم الہ معلاء(۷۹)

صحابہ کرامؓ کفار کے مظالم سے بہت پریشان اور تکلیف میں تھے کفار کبھی تو صحابہ کرام کے سروں پر گرم ریت ڈالتے اور کبھی مرے ہوئے جانوروں کی آنتیں اور خون ڈالتے۔صبح ہوتی تو سورج کی شعاعیں تیر بن کر صحابہ کرامؓ کی جانب آتیں اور رات آتی تو رات کا اندھیرا انہیں غم میں ڈبو دیتا۔کفار کبھی صحابہ کرام کی انفرادی مسرتیں باطل کرتے اور کبھی ان کی اجتماعی حالت کو منتشر اور پراگندہ کرتے تھے۔ان مصائب و مظالم پر بھی رسول اللہ ﷺ نے دعوتِ اسلام کو عام کیا اور مکمل ثابت قدمی کے ساتھ تمام زمانے کو اسلام کی طرف مدعو کیا۔

۸۔ترک موالات اور شعب ابی طالب

نبی کریم ﷺ اور آپ کی جماعت پر ایک ظلم یہ کیا گیا کہ کفار نے ترکِ موالات کے ذریعے سوشل بائیکاٹ کا نوشتہ لکھا اور اس کو بیت اللہ پر آویزاں کر دیا۔آپ ﷺ اپنی مختصر جماعت کے ساتھ شعب ابی طالب میں تقریباً تین سال تک محصور رہے۔(۸۰) تین سال کے جبر و استبداد سہنے کے بعد آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام آیا کہ اس نوشتۂ کفار کو دیمک چاٹ گئی ہے اور اب آپ ﷺ کفار کی اس اجتماعی سازش سے آزاد ہیں۔اس دوران آپ ﷺ پر ایک پریشانی یہ بھی آئی کہ آپ حضرت ابو طالب کی نصرت اور حضرت خدیجہؓ کی اعانت سے محروم ہو گئے۔ان دونوں کی وفات ۱۰ نبوی میں ہوئی (۸۱) اور اس سال کو ''عام الحزن'' بھی کہا جاتا ہے۔

در اسرار علم گروہِ مطہر
محرر رسالہ در اسرار اعدا
رسالہ ہمہ لوح آلام سرور
ہمہ لوح آلام اہلِ مدارا
رسالہ ہمہ کاسر کار داور
در اعمال و اطوار دہر مطرا
رسالہ ہمہ طعمۂ کرم ہر سو
در اسرار راءِ الہ معلا(۸۲)

آپ ﷺ اور آپ کی جماعت کا سماجی مقاطعہ کرنے کی غرض سے دشمنانِ اسلام نے ایک

عہد نامہ انتہائی راز داری سے تحریر کیا۔ یہ عہد نامہ محض عہد نامہ ہی نہ تھا بل کہ رسول اللہ اور آپ کے اصحاب کے رنج وغم کی لوح تھی۔ یہ عہد نامہ دنیاوی امور میں آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی جماعت سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھنے پر مبنی تھا۔ (تین سال بعد) اس عہد نامے کو مکمل طور پر کیڑے کھا گئے اور آپ ﷺ کا مقاطعہ ختم ہوا۔

۹۔ ہجرتِ حبشہ اور نجاشی کا طرزِ عمل

صحابہ کرامؓ پر ظلم وستم کے پہاڑ ٹوٹے تو آپ ﷺ نے انہیں ملکِ حبشہ کی جانب ہجرت کر جانے کا حکم دیا۔ (۸۳) جہاں ایک عادل حکم ران نجاشی کی حکم رانی تھی۔ نجاشی نے اصحاب رسول کی تعظیم کی اور کفار کے اس وفد کو ناکام ونامراد واپس لوٹایا جو ان اصحاب کو لینے کی غرض سے حبشہ پہنچے تھے۔ مسلمانوں کی ہجرت حبشہ اور نجاشی کے طرزِ عمل کو شاعر نے ایک سو بیالیس اشعار میں منظوم کیا ہے۔ ان میں سے چند ملاحظہ فرمائیں:

سود و ہر حکم مردِ مطہر
مراحم در اطوار سالار اعلا
دل و روءِ ما سوءِ سالار عادل
مدار ہمہ مہر ما صدر اعلا
در اسرار حکم رسولِ مکرم
مصمم سوءِ صدر اہل مدارا
گروہ ائمہ در اطوار سالم
ہمہ سائر راہِ ملک دل آرا
مکسر دل و صدر مرد مطہر
ہمہ در و در دور آواء والا
در ارسال دو کس مع در و گوہر
ہمہ مائل درد اہل مواسا
در اعلام سالار ملک مطہر
ہمہ راد اموال و در ہول آواء (۸۴)

نجاشی ایک عادل بادشاہ تھا جس کا ہر حکم عدل وانصاف پر مبنی ہوتا تھا۔ آپ ﷺ نے صحابہ

کرامؓ سے فرمایا کہ ہمارا دل اور چہرہ نجاشی کی طرف متوجہ ہو رہا ہے اور وہ (نجاشی) ہماری محبت کا مدار ہے۔ آپ ﷺ کے حکم کے اسرار و غوامض کو سمجھ کے صحابہ کرامؓ نے نجاشی کے پاس جانے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ چناں چہ صحابہ کرامؓ بہت ہی اطمینان و استقلال کے ساتھ حبشہ کی طرف روانہ ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ اور ان کی جماعت پر ٹوٹنے والے مصائب کا سن کر نجاشی کا دل اور سینہ شق ہو گیا۔ یہاں تک کہ اس کی غم گیں آواز سے درد ٹپکتا تھا۔ اہل مکہ نے اپنے دو نمائندے لعل و جواہر کے ساتھ نجاشی کے دربار میں بھیجے کہ ان لوگوں کو اپنے دربار سے نکال دیں۔ عمائدین کی اطلاع دہی سے نجاشی نے انتہائی غصے سے مثل شیر للکار کے کہا کہ ہم ذی عظمت رسول اللہ ﷺ کے مطیع ہیں، کیوں کہ وہ تمام زمانوں کے نبی ہیں۔

۱۰۔ واقعہ معراج

منظوم سیرت نگاروں کے ہاں ولادت اور معراج کے حوالے سے بڑی تفصیل سے کام لیا گیا ہے اور یہ طرزِ عمل ہمیں شاعر کے ہاں بھی نظر آتا ہے۔ واقعاتی ترتیب کے اعتبار سے تو واقعہ معراج کو اپنے مقام پر ہی بیان کیا جانا چاہیے تھا، لیکن مؤلف کتاب نے اس واقعے کو کتاب کے تقریباً اختتام پر بیان کیا ہے اور اس واقعے کو دو سو اکیاسی اشعار میں منظوم کیا ہے۔ نمونے کے طور مختلف مقامات سے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

ورود معلاء روح مطہر
سوءِ صدر اعلا مع حکم دارا
سوء وصل سالار اعلاءِ عالم
مع الروح مائل اللہ معلا
ہمہ دہر در شکر و سالار داور
مع الروح سائر سوء راہِ دارا
امام رسل سرور ہر دو عالم
رسل ہمرہ صدر اعلاء و دارا
مع درد ہرگام روح مطہر
ہم راہ درگاہ و ہم راہ والا

گہہ حامد و گاہ محمود سرور
گہہ صدر صدر الٰہ معلا
دوائر مع دہر در راہِ سرور
مگر گرم صدر امام مدارا (۸۵)

حضرت جبرائیل آپ ﷺ کے پاس یہ پیغام لائے کہ اللہ تعالیٰ بہت خوشی سے آپ کی ملاقات کا مشتاق ہے۔ تمام زمانہ نیند کی غفلت میں تھا اور آپ ﷺ بہت ہی خوشی سے خدا تعالیٰ سے ملاقات کے لئے عازم سفر ہوئے۔ آپ ﷺ تمام انبیا کے پیش وا اور دونوں جہانوں کے سردار ہیں، اور تمام انبیا بھی آپ ﷺ کے استقبال کے لیے فرش راہ ہیں۔ حضرت جبرائیل سدرۃ المنتہیٰ پر رک گئے اور رسول اللہ نے تنہا خدا تعالیٰ سے ملاقات کی۔ ملاقات کی اس رات میں رسول اللہ کبھی خدا تعالیٰ کی حمد بیان کرتے اور کبھی خدا تعالیٰ کے ممدوح ہوتے تھے۔ آپ ﷺ نے اس سفر میں تمام زمانے کی مسافت طے کی اور بہت سے مقامات کی سیر کی۔ لیکن جب آپ واپس تشریف لائے تو آپ ﷺ کی مسند ابھی گرم تھی۔

۱۱۔ ہجرتِ مدینہ

۱۱ نبوی کو بارہ اشخاص مدینہ منورہ سے مکے تشریف لائے اور آپ ﷺ کی دعوت سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا۔ اگلے سال تہتر اشخاص آئے اور مقام منیٰ میں آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ مدینہ منورہ کے لوگوں میں دین کے فروغ کو دیکھ کر آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو مدینہ کی جانب ہجرت کر جانے کو کہا۔ اس واقعے کو مصنف نے یوں منظوم کیا ہے:

کلام ہمہ اہلِ مصرِ معلا
در امداد سالار اعلاء دارا
مددگار صدر معلاء عالم
ہمہ مردم دور مصر مطرا
در آواء امداد اہلِ مواسا
سوء مصر مائل رسول معلا
سروکار احکام داراء داور

محول در امداد اہلِ مدارا
سوءِ مصر سائر در آلامِ اعداء
گروہِ رسول اللہ معلا
در اسرار داراء و دور سرائر
گروہ معلا سالار اعلا(۸۶)

انصارِ مدینہ نے آپ ﷺ کی امداد کا ارادہ کیا اور کہا کہ ہم اپنے ذی عظمت رسول کے تابع حکم ہیں اور شہر مدینہ کے تمام لوگ رسول اللہ کے مددگار رہوں گے۔ انصار مدینہ کے اظہارِ تعاون پر رسول اللہ ﷺ مدینہ کی طرف مائل ہوئے۔ کیوں کہ آپ نے جان لیا تھا کہ احکامِ الٰہی کا جاری ہونا یقیناً اب اہلِ مدینہ کی مدد پر موقوف ہے۔ چناں چہ آپ ﷺ کے حکم سے بہت سے صحابہ کرام کفار کے مظالم سے تنگ ہو کر مدینہ چلے گئے۔ خدا تعالیٰ کے اسرار مخفیہ کے تقاضے سے اصحابِ رسول نے انتہائی رنج والم کے عالم میں مکہ معظمہ کو چھوڑ دیا۔

ابو طالب کے وصال کے بعد رسولِ کریم ﷺ ایک بڑے مددگار کی اعانت سے محروم ہو گئے تھے۔ صحابہ کرامؓ کی ہجرتِ مدینہ کے بعد آپ ﷺ خدا تعالیٰ کے اگلے حکم کے منتظر رہے۔ کفار مکہ نے باہمی مشاورت سے رسول کریم ﷺ کی جان لینے کی سعی نامشکور کی تو آپ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ مدینہ سے ہجرت کر گئے۔ مؤلف نے نبی کریم ﷺ کی ہجرت کے دوران پیش آنے والے واقعات کو بڑی تفصیل سے پیش کیا ہے۔ بہ طور نمونہ چند اشعار پیش کیے جاتے ہیں:

مصمم در اہلاک صدر دو عالم
ملائک مددگار سالار اعلا
امامِ ملائک سوء صدر وارد
در اعلام احوال مکروہِ اعداء
ہمہ مطرح گرد معلوم داور
رہس معراء اعداءِ دارا
ہمہ کور دل کور اعداءِ ملحد
مکسر در ادراک صدر معلا

مع صدرِ اول رسولِ مکرم

محرک سوء مصر اہلِ مدارا

روساءِ ہر سوءِ مصر مطہر

در امطار گوہر سوءِ گام والا (۸۷)

کفارِ مکہ نے آپ ﷺ کی ہلاکت کا مستقل ارادہ کر لیا تھا لیکن ملائکہ ہر وقت آپ کی حفاظت پر کمر بستہ تھے۔ حضرت جبرائیل آپ ﷺ کے پاس تشریف لائے اور کفار کے اس فعل قبیح (دارِ نبوت کو گھیرنے) کی اطلاع دی۔ آپ ﷺ نے مٹی پر کچھ قرآنی آیات پڑھیں اور اس مٹی کو کفار کی جانب پھینکا۔ کفارِ مکہ اس مٹی سے اندھے ہو گئے اور آپ ﷺ کو پہچاننے میں ان کی قوت مدرکہ بالکل جواب دے گئی۔ آپ ﷺ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہم راہ مدینے کی طرف عازمِ سفر ہوئے۔ مدینہ پہنچنے پر اہلِ مدینے نے استقبال کیا اور لوگ آپ ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کے قدموں پر موتی برسا رہے تھے۔

۱۲۔ مضامین متفرقہ

مؤلف نے ہجرت مدینہ تک کے حالات قلم بند کیے ہیں اور ہجرت کے بعد کی زندگی سے صرفِ نظر کیا ہے۔ بالخصوص غزوات نبوی کو موضوع بحث نہیں بنایا جب کہ اس سے قبل اور بعد کی منظوم کتبِ سیرت میں غزوات کو غیر معمولی اہمیت دی گئی ہے۔ مؤلف نے اٹھارہ کے قریب اشعار امہات المومنین کی مدح میں بیان کے ہیں۔ ''وعظ سرور کائنات'' کے عنوان کے تحت چار سو ترانوے اور ''نعت'' کے عنوان کے تحت نو سو تراسی اشعار پیش کیے ہیں۔ بعد ازاں اپنے دور میں لکھی جانے والی کتبِ سیرت کے زیر اثر خلفائے راشدین اور حضرات حسنین کی منقبت میں قریب تین سو پچھتر اشعار تحریر کیے ہیں۔ آخری عنوان کے تحت نبی کریم ﷺ کی وفات کا ذکر کیا ہے۔ اس کے چند اشعار حسب ذیل ہیں:

مکمل ہمہ راہ و رسم مکارم

در اسرار مہر اللہ معلا

مکسر گروہِ رسول مکرم

در اسرار حکم اللہ معلا

مکمل اگر دور احکام داور

مودع مہہ دار دہر مطرا
مسلط۔ الم در رسول معلا
در دو صداع و ہمہ دور حمیٰ
مکسر در آلام اعلاء عالم
رسول اکارم امام مدارا
مع گرد در گور ماہ مکارم
مع گرد در گور مہر مدارا(۸۸)

خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے اسلام اور مکارم اخلاق کے قوانین مرتبہ تکمیل کو پہنچ گئے۔صحابہ کرامؓ سخت پریشان ہوئے کیوں کہ ان کو یقین ہوگیا کہ تکمیل دین اور آپ ﷺ کی وفات باہم مربوط ہیں۔چناں چہ آپ ﷺ دردسر اور بخار میں مبتلا ہوئے اور تکالیف مرض کا غلبہ ہوا۔یہاں تک کہ آپ ﷺ امراض کی تکالیف سے شکستہ اور پژمردہ خاطر ہوگئے۔آخرکار اس مکارم اخلاق سے چمکتے ہوئے چاند نے قبر کی گرد کو چادر بنایا اور مدارات کا آفتاب قبر کی گرد میں غروب ہوگیا۔

کتاب ''مطالع المحامد'' کے مضامین کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ منظوم سیرت نگاری میں یہ کتاب اپنے منفرد اسلوب، فنی انفرادیت، حسن ترتیب اور جذب وکیف کے عناصر سے مرکب ہے۔اس کتاب کے مطالعے کے دوران قاری تخیلاتی پرواز میں یوں محو ہوتا ہے کہ اسے اپنے گردوپیش کی کچھ خبر نہیں رہتی۔یہ رکیف مضامین کتاب کے عمومی تعارف کے بعد ضروری محسوس ہوتا ہے کہ اس کتاب کے فنی محاسن اور نقائص کا بھی جائزہ لیا جائے۔

مطالع المحامد کے فنی محاسن

پہلے ''مطالع المحامد'' کے فنی محاسن اور خصوصیات کا ذکر کیا جاتا ہے کیوں کہ:

فَحُسْنُ دُرَادِیِّ الکَوَاکِبِ لَنْ تُرىٰ
طَوَالِعَ فِیْ رَاجٍ مِنَ اللَّیْلِ غَیْھَبِ

ستاروں کی جگمگاہٹ اس وقت بہت خوب دکھائی دیتی ہے جب وہ اندھیری رات میں طلوع کریں۔

۱۔ مسقوط النقاط ومحذوف الافعال سیرت

مسقوط النقاط کتب کی روایت میں یہ کتاب اگر چہ کوئی پہلی اور آخری کتاب نہیں اور اس سے قبل اور بعد میں بھی بعض کتب بغیر نقطے کے تحریر کی گئی ہیں۔(۸۹) لیکن فارسی کی منظوم سیرت نگاری میں اس کتاب کو اولیت حاصل ہے۔ نیز اس کی دوسری بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں کوئی فعل استعمال نہیں کیا گیا۔ عربی زبان اپنی وسعت اور تنوع کے اعتبار سے جب کہ اردو زبان کثیر لسانی زبان ہونے کے باعث شاید فارسی کی بانسبت زیادہ ذخیرہ الفاظ رکھتی ہیں۔ نیز اگر اس موجودہ ذخیرہ الفاظ میں سے افعال بھی نکال لیے جائیں تو ذخیرہ الفاظ اور کم ہو جاتا ہے۔ تاہم محدود ذخیرہ الفاظ کے باوجود مؤلف نے اتنا طویل مسقوط النقاط اور محذوف الافعال قصیدہ تحریر کر دیا ہے۔ جسے نبی کریم ﷺ کی سیرت مبارکہ کے اعجاز کے علاوہ اور کیا کہا جاسکتا ہے۔ نمونے کے طور پر چند اشعار پیش خدمت ہیں۔

مکسر سر کلک داراء عالم
در املاء احوال سالار اعلا

خدا تعالیٰ نے آپ ﷺ کی تعریف انتہا کو پہنچادی اور اب اس سے زیادہ تعریف ممکن ہی نہیں۔

گل اولیٰ کلک رسّام عالم
در اول دور داماءِ دارا

مصور قدرت کے قلم سے جو پہلا پھول پیدا ہوا وہ رسول اللہ ہیں اور بحرِ ذخارِ ذات سے جو پہلا موتی ظاہر ہوا وہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔

ممہّد ہمہ کارگاہِ دو عالم
در اسرار مہر مہہ راد اعلا(۹۰)

خدا تعالیٰ نے دونوں جہاں آپ ﷺ کی محبت میں بنائے اور انہیں وسعت دی۔

۲۔ تمہید نگاری

منظوم سیرت نگاری کے باب میں تمہید نگاری کو خصوصی اہمیت حاصل رہی ہے۔ کسی بھی سیرت کے واقعے کو بیان کرنے سے پہلے اس کی تمہید باندھی جاتی ہے اور اس کو تمہید نگاری کہا جاتا ہے۔ منظوم سیرت نگاروں کا یہ اسلوب ہے کہ کسی بھی واقعہ سیرت کو تخیل کا جامہ پہنانے سے پہلے باقاعدہ اس کا ماحول بناتے ہیں تاکہ قاری سمجھ جائے کہ اب کس کیفیت کو منظوم کیا جانے والا ہے۔ مثلاً ایک شاعر نے حضرت آمنہؓ کی

وفات کی تمہید یوں باندھی ہے۔

فلک کا سیہ پیرہن ہے مدام
کسی کے او سے عیش سے کیا ہے کام
خوشی ہوتی منظور جو اس کے پاس
وہ کیوں پھرتا ماتمی تن لباس(۹۱)

مطالع المحامد'' میں مؤلف نے تمہید نگاری کو بڑی عمدگی اور خوبی سے پیش کیا ہے۔ کسی بھی واقعہ کو بیان کرنے سے پہلے وہ اس واقعہ کی ایسی تمہید باندھتے ہیں کہ پڑھنے والے کی دل چسپی بڑھتی ہی جاتی ہے۔ مثلاً

نبی کریم ﷺ کی ولادت کے واقعہ کو بیان کرنے سے پہلے یوں تمہید باندھی ہے:

ہواءِ مُروّحِ در ارواءِ عالم
مع لالۂ دور دہر کوہ و صحرا
ہمہ دور امطار ہر سوء عالم
مع عہد گل دور دہر مطرا(۹۲)

دنیا کو تر و تازہ کرنے کے لئے فرحت بخش ہوائیں چل رہی تھیں اور تمام جنگل اور پہاڑوں میں لالہ و گل کھلے ہوئے تھے۔ دنیا کے چاروں طرف بارش ہو رہی تھی اور تمام زمانے میں فصل بہار کا موسم تھا۔

واقعہ معراج کی تمہید یوں باندھی ہے:

ورود ملائک ہمہ سوءِ عالم
ہمہ دور عالم ملاءِ معلا
مساوٗ ہمہ دود ہر سوءِ عالم
سواد مسا کحل حور مطرا(۹۳)

دنیا کے چاروں طرف فرشتے عالم بالا سے اتر رہے تھے اور تمام دنیا ملائے معلا ہو رہی تھی۔ دنیا میں چاروں اطراف تاریکی کا دھواں پھیلا ہوا تھا اور اس ذی عظمت رات کی تاریکی حوروں کی آنکھ کے سرمے کی مانند تھی۔

۳۔ سراپا نگاری

سراپا نگاری اکثر منظوم سیرت نگاروں کا مرغوب مضمون رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ واقعاتِ سیرت کے ضمن میں جب آپ ﷺ کے سراپے اور حلیے کا ذکر آتا ہے تو قلم گل کاریاں کرنے لگتا ہے۔ مثلاً ''اعجاز احمدی'' کے یہ اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

میانہ تھا قد الف کی مثال
کشیدہ تھے ابرو برنگِ ہلال
نہ پیوستہ تھی دو منور بھنواں
رگ سبز کم نما درمیاں
پیشانی فراخ اور دہن تھا کشاد
مصفا تھی نقرے سے گردن زیاد
تھے باریک لب اور بینی دراز
نہ تھے دانت مل کر تھے کچھ اک دراز (۹۴)

سراپا نگاری کے حوالے سے شعرا نے بہت عمدہ اشعار کہے ہیں۔ شاید اس کی ایک وجہ یہ بھی رہی ہے کہ حسنِ مجاز کی تعریف میں جب محبت حقیقی اور عشق سرمدی کے اجزائے باصفا شامل ہوتے ہیں تو قلم موتی برسانے لگتا ہے۔ ہمارے ممدوح نے بھی اس میدان میں نادر تشبیہات اور عمدہ ترکیبات سے ایسا سماں باندھا ہے کہ طبیعت پر کیف و سرور کا اثر بہت دیر تک باقی رہتا ہے۔ مثلاً

آپ ﷺ کے قد اور رخسار کا ذکر یوں کیا ہے:

مع ورد سرو معلاءِ سرور
ہمہ طائر ورد حور مطرا (۹۵)

آپ ﷺ کا قد مثل سرو کے انتہائی موزوں تھا اور آپ کے رخسار مثل سرخ گلاب کے تھے۔ آپ ﷺ کے رخسار کو دیکھ کر عنادل دھوکا کھا جاتے تھے۔ یعنی بلبل جس طرح گل پر عاشق ہوتی ہے اسی طرح آپ ﷺ کی عاشق تھی۔

آپ ﷺ کی زلفیں جب چہرہ اقدس سے ہٹتی تھیں تو کیا حالت ہوتی تھی، ذرا ملاحظہ فرمائیں:

ہمہ والہ طرہ و موءِ سرور

طلوع سحر در مساءِ مطرا(۹۶)

ہوا آپ ﷺ کی زلفوں پر عاشق تھی اور اس کے لمس سے جب زلف کے پھیلے بال چہرہ اقدس سے ہٹ جاتے اور چمکتا ہوا چہرہ کھل جاتا تو یوں معلوم ہوتا تھا کہ رات کے ہوتے ہوئے صبح طلوع ہوگئی ہے۔

اس شعر میں تو کمال ہی کر دیا ہے:

مہہ مصر در مصر و صدر دو عالم

مہہ دور درگاہِ داراءِ اعلا(۹۷)

جس وقت حضرت یوسف علیہ السلام محض مصر کے چاند تھے، اس وقت رسول اللہ ﷺ درگاہِ الٰہی کے چاند تھے۔

آپ ﷺ کے کلام شیریں کی منظر کشی اتنی عمدہ کی ہے کہ طبیعت خوش ہو جاتی ہے:

کلامِ مطہر ہمہ مسک سارا

دو رود عسل درد و لعل مطرا(۹۸)

آپ ﷺ کا کلام خالص مشک کے مثل تھا۔ آپ کی گفت گو اتنی شیریں تھی کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ آپ ﷺ کے دونوں لبوں سے شہد کی ندیاں بہہ رہی ہیں۔

۴۔ کردار نگاری

منظوم کتبِ سیرت میں سے اکثر پر یہ الزام ہے کہ ان میں جتنی توجہ عشقِ رسول، نورِ محمدی، ولادت رسول اور اس طرز کے دیگر واقعات پر دی گئی ہے اتنی توجہ سیرت نبوی کے عملی اور اطلاقی پہلوؤں پر نہیں دی گئی۔ اگر برصغیر کے منظوم سیرتی ادب کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات کسی حد تک درست بھی معلوم ہوتی ہے۔ اگرچہ بعض کتب اس الزام سے مستثنیٰ ہیں، لیکن ان کتب کا المیہ یہ ہے کہ ان پر واعظانہ اسلوب غالب اور ادبی اسلوب مفقود ہے۔ تاہم ''مطالع المحامد'' کا معتدبہ حصہ سیرتِ نبوی کے عملی اور اطلاقی پہلوؤں سے بحث کرتا ہے، اور اس طرز پر کہ ادبی محاسن بھی برقرار رہتے ہیں۔ شاعر نے کردار نگاری کے ضمن میں نبی کریم ﷺ کی سیرت کے عملی پہلوؤں اور خصائص پر بھی بات کی ہے۔

نبی کریم ﷺ کے مکارمِ اخلاق سے متعلق اشعار ملاحظہ فرمائیں:

مکارم سر کار سرکارِ عالم

مدارا مہتمد در احکامِ والا

رسول امم مورد حکم دارا

در اعلاء اعلام مہر و مدارا(۹۹)

آپ ﷺ کے جملہ امور کا آغاز مکارم اخلاق سے ہوتا تھا جو آپ کے جملہ احکام میں پھیلا ہوا تھا۔ آپ ﷺ کو خدا تعالیٰ نے حکم دیا تھا کہ وہ مکارم اخلاق کے جھنڈوں کو بلند کریں اور اپنی قوم کو جنگ و جدال سے دور کر کے انہیں لطف و محبت کی طرف مائل کریں۔

نبی کریم ﷺ جملہ امور میں ہماری اور سوسائٹی کی اصلاح کا پیغام لائے تھے۔ اس کو مؤلف نے یوں نظم کیا ہے۔

سرو کار سرکار اصلاح عالم

ارم کار در دور دہر مطرا(۱۰۰)

آپ ﷺ جملہ امور میں دنیا کی اصلاح کے لیے تشریف لائے تھے اور آپ ہمیشہ اپنے اسوہ عمل اور احکام سے دنیا کو جنت بنانے کی کوشش میں مصروفِ عمل رہے۔

مؤلف کی کوشش ہے کہ مسلمان نبی کریم ﷺ کے اعمال و احکام کو اپنالیں، کیوں کہ اسی میں دونوں جہانوں کی کامیابی ہے۔

در اعمال اعمالِ صدر دو عالم

اعم آل آدم سوء راہِ دارا(۱۰۱)

نبی کریم ﷺ کے اعمالِ حسنہ ہی میں ہماری نجات ہے کیوں کہ اولادِ آدم کو سیدھی راہ پر رکھنے کی یہی ایک صورت ہے۔

آپ ﷺ کی میانہ روی کا نقشہ یوں کھینچا ہے:

در اعمال وسطا رسول مکرم

ہمہ سر داور در اعمال وسطا(۱۰۲)

آپ ﷺ ہمیشہ اعمالِ وسطیٰ (میانہ روی) پر مداومت فرماتے تھے کیوں کہ اعمالِ وسطیٰ میں خدا تعالیٰ کے خاص اسرار و غوامض پنہاں ہیں۔

آپ ﷺ کا علم و بردباری کمال درجے کا تھا۔ عفو و درگزر آپ کے کردار کا اہم وصف تھا:

مصالح سرو کار سالار داور

مصالح در اطوار مکروہِ اعدا(۱۰۳)

آپ ﷺ انتہائی عمیق النظر اور دور اندیش تھے۔ حلم و بردباری کا وصف ایسا تھا کہ کفار اور دشمنوں کے اطوارِ مکروہ سے بھی چشم پوشی فرماتے تھے۔

آپ ﷺ کی عبادت اور زہد وورع کو یوں بیان کیا ہے:

مساءِ در اداءِ صلاۃِ مطہر

ہمہ ورم در ہر دو گامِ معلا

مطراء آلاء اعلاءِ داور

مع لاء اہوا مہہ دار اعلا(۱۰۴)

چوں کہ آپ ﷺ تمام شب نماز پڑھتے تھے اس لیے آپ کے پیروں پر ورم آ جاتا تھا۔ آپ ﷺ خدا تعالیٰ کی نعمتوں سے اتنے مالا مال تھے کہ دنیاوی خواہشات کی آپ نے نفی کر دی تھی۔

سخاوت اور دریا دلی بھی آپ ﷺ کی شخصیت اور کردار کا نمایاں وصف تھا۔ شاعر نے آپ ﷺ کے کردار کے اس پہلو کو بڑی تفصیل سے اجاگر کیا ہے۔ بہ طور تبرک یہ اشعار ملاحظہ فرمائیں:

مکسر ہمہ عسر در داد داور

مسلم ہمہ کسر در عدل والا

در امداد اعلاء دور مکارم

اداءِ ہمہ داد واراءِ اعلا(۱۰۵)

آپ ﷺ کی سخاوت سے ہر ایک محتاج کی تنگی معیشت جاتی رہتی تھی اور آپ کے عدل سے ہر ایک کا نقصان دور ہو جاتا تھا۔ سخاوت اور دریا دلی کے معاملے میں آپ ﷺ ایسے واقع ہوئے تھے کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ خدا تعالیٰ کی شانِ سخاوت کو آپ ﷺ نے پورا کر دیا ہے۔

اس دریا دلی کے باوجود آپ ﷺ کی اپنی زندگی انتہائی سادہ اور تکلفات سے پاک تھی:

گداء معراء درگاہِ سرور

مطراء اموال اسرار دارا(۱۰۶)

آپ ﷺ پرانا مگر صاف لباس زیب تن فرماتے تھے اور آپ کا کھانا بھی بہت ہی سادہ اور کم قیمت ہوتا تھا۔

۵۔محاکات نگاری

محاکات نگاری سے مراد کسی منظر، حالت یا چیز کو منظوم صورت میں اس طرح مجسم کر دینا کہ اس کی تصویر آنکھوں کے سامنے آ جائے۔ شاعر نے اپنی قوتِ متخیلہ کی کار فرمائی سے محاکات نگاری کو نہ صرف دوام بخشا ہے بل کہ حسنِ صداقت کا دامن بھی ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ مثلاً:

یہ شعر دیکھیے، کتنی عمدہ منظر کشی کی ہے:

مع مسک اکرام داراء داور
ہمہ گرد راہِ مہہ رادِ اعلا (۱۰۷)

آپ ﷺ جس راہ پر چلتے تھے اس راہ کی گرد اس قدر معطر ہو جاتی تھی کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم کی مشک اس میں ملا دی ہے۔

آپ ﷺ کی ایام رضاعت میں چراگاہ آمد پر اشجار و احجار کی خوشی کی منظر نگاری میں شاعر کے قلم نے موتی پروئے ہیں:

در اسرار گام رسولِ مکرم
ہمہ مسک گرد مطراء صحرا
ہوا والۂ سور مرعاء سرور
مع دور ہر دوحہ در مہر والا (۱۰۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کی برکت سے صحرا کی تمام ریت مشک کا برادہ ہو گئی تھی۔ ہوا آپ ﷺ کے چراگاہ کے جشن پر عاشق ہو رہی تھی اور آپ کی محبت میں ہر درخت جھوم رہا تھا۔

۶۔رزم نگاری

سیرت نگاری میں رزم نگاری دراصل آپ ﷺ کی شجاعت اور بہادری کے واقعات کو پیش کرنے کو کہتے ہیں۔ منظوم سیرت نگاروں نے خاص اس ایک موضوع پر بہت سے اشعار کہے ہیں اور آپ ﷺ کے غزوات میں آپ ﷺ کی شجاعت کو منظوم کیا ہے۔ شاعر نے با قاعدہ کسی عنوان کے تحت رزم نگاری کو اگرچہ بیان نہیں کیا لیکن مختلف واقعات کے ضمن میں آپ ﷺ کی سیرت کے اس پہلو پر بعض اشعار ضرور کہے ہیں۔ بہ طورِ نمونہ چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

گہہ حملہ صدر اعلاء عالم
سر کوہِ در گرد رہوار دروا
مکسر در آواء صدر اکارم
در اہوال ہر دور دوار اعلا
معمر در اعلام احکام داور
ہمہ سال و ماہِ رسول معلا (۱۰۹)

رسول اللہ ﷺ جس وقت دشمن پر حملہ آوار ہوتے تھے تو گھوڑوں کے قدموں کی دھول میں پہاڑ کی چوٹی گم ہو جاتی تھی۔ جنگ میں جب آپ ﷺ کفار کو للکارتے تھے تو آپ کی آواز کے خوف سے آسمان کی ہر ایک شے شکستہ ہو جاتی تھی۔ آپ ﷺ کی تمام زندگی خدا تعالیٰ کے دین کی سربلندی اور غلبہ دین کی جدوجہد میں صرف ہوئی۔

ایک اور نمونہ ملاحظہ فرمائیں:

در آورد گر گرگ اعداءِ داور
رسد در معارک رسول معلا (۱۱۰)

کفار اگر لڑائی میں بھیڑیے ہیں تو رسول اللہ ﷺ مثلِ شیر ہیں۔

۷۔ جذبات نگاری

جذبات نگاری دراصل کسی درد و الم کے واقعہ اور جذبے کو نظم کے قالب میں ڈھالنے کا نام ہے۔ منظوم سیرت نگاری میں جذبات نگاری کا عنصر درحقیقت مرثیہ نگاری سے مستعار لیا گیا ہے اور اس کے اثرات مرثیہ نگاری کے دورِ عروج میں لکھی گئی کتبِ سیرت میں واضح طور پر نظر آتا ہے۔ نظم چوں کہ جذبات کے اظہار کی عمدہ شکل ہے اس لیے اس صنف پر اکثر منظوم سیرت نگاروں نے خصوصی توجہ دی ہے۔ تاہم جذبات کے اظہار کی حدود و قیود کا تعین میں معدودے چند کے تمام ہی ناکام نظر آتے ہیں۔ مؤلف نے اسلام کے ابتدائی زمانے میں اصحاب رسول پر کفار کے مظالم، حضرت خدیجہؓ کی وفات، رسول اللہ ﷺ کے قتل کی سازش، مسلمانوں کی ہجرت اور آپ کی وفات کے ضمن میں جذبات نگاری کی عمدہ مثالیں قائم کی ہیں، جنہیں پڑھ کر جذبات میں ایک طلاطم برپا ہو جاتا ہے اور پڑھنے والا کہنے والے کے احساسات میں خود کو شریک پاتا ہے۔ تفصیل کا یہ موقع نہیں، نمونے کے طور پر چند اشعار پر اکتفا کیجئے:

گہہ کاسر روح اہل مکارم
گہہ صارم دور اہلِ مدارا
گہہ در ہمہ کورۂ ہور لامع
در آلام مصروع اہل مواسا
در آلام مہلک امامِ مطہر
مسلم در اعلاء آواء دارا
مہہ راد در دور آلام اما
احد دائر دور آواء والا(۱۱۱)

کفار کبھی صحابہ کرامؓ کی مسرت کو باطل کرتے تھے اور کبھی ان کی اجتماعی حالت منتشر اور پراگندہ کرتے۔ انہیں سورج کی دہکتی ہوئی بھٹی میں تپایا جاتا، یہاں تک کہ وہ بے ہوش ہو جاتے۔ ان مصائب عظیمہ میں بھی حضرت بلالؓ کلمۃ اللہ کے بلند کرنے میں مستقل مزاج رہے اور جسم میں دوڑنے والے درد اور تکلیف کے باوجود وہ ''احد'' (یعنی خدا کی وحدانیت) کا نغمہ سناتے رہے۔

نبی کریم ﷺ کی وفات کی منظر نگاری یوں کی ہے:

دوائر در ادوار آلام دروا
مکسر مہہ و مہر در درد دارا
مکسر سر کلک در درد داور
سر لوح در دور آلام دروا(۱۱۲)

آپ ﷺ کی وفات پر آسمان رنج و غم سے جھک گئے تھے اور چاند اور سورج شکستہ ہو گئے تھے۔ آپ ﷺ کی وفات کے رنج و غم میں قلم کا سر ٹوٹ گیا اور لوح کا سر جھک گیا۔

۸۔ صنائع و بدائع کا استعمال

جب کلام میں ظاہری و باطنی خوبیاں اور لفظی و معنوی صنعتیں پیدا کی جائیں تو کلام میں صنعت گری کے ,قوف کا انحصار علم بدیع پر ہوتا ہے۔ فارسی نظم میں کلام کی فصاحت و بلاغت میں صنائع و بدائع اور جدت طرازی کو ایک مقام حاصل ہے اور اسی کے پیش نظر فارسی کے نامور شعرا نے اپنے کلام میں اس کو خصوصی

اہمیت دی ہے۔ شاعر نے اس قصیدے میں صنائع و بدائع کے وہ موتی پروئے ہیں کہ انہیں نظروں سے چننے کا جی چاہتا ہے۔ ہمارے ممدوح نے کمال یہ دکھایا ہے کہ اتنے طویل قصیدے میں گنتی کے چند اشعار کے علاوہ ہر ہر شعر میں کوئی نہ کوئی صنعت موجود ہے۔ اس ضمن میں صنعت تجنیس (۱۱۳)، صنعت قلب (۱۱۴) اور صنعت اشتقاق (۱۱۵) کا بڑی خوبی، شگفتگی اور روانی سے استعمال کیا ہے۔ بہ طور نمونہ چند مثالیں پیش خدمت ہیں:

ہموم معلاء دور دوائر

ہمہ موم در مہر داراء اعلاء (۱۱۶)

گردشِ دوراں سے جو عظیم مصائب پیدا ہوتے ہیں وہ سب محبت الٰہی کے سبب موم کی طرح نرم ہو جاتے ہیں۔

''ہموم'' میں دو طور پر ''موم'' کا لفظ موجود ہے۔ اول یہ کہ ''ہموم'' کی ''ہ'' ساقط کرنے پر ''موم'' رہ جائے گا۔ دوسرے یہ کہ ''ہموم'' اور ''موم'' میں صنعت قلب ہے۔ صنعت تجنیس و قلب کے علاوہ اس میں ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ دوسرے مصرعہ میں ''ہمہ'' کی آخری ''ہ'' جب ''موم'' کی پہلی میم کے ساتھ ملا کے پڑھی جائے گی تو پھر ''موم'' سے ''ہموم'' ہو جائے گا اور ''ہ'' کو اگر ساقط کر دیا جائے تو ''ہم'' ہو جائے گا۔ ''ہم'' اور ''ہموم'' میں صنعتِ اشتقاق ہے۔ ان تینوں صنعتوں کے علاوہ اس شعر میں صنعتِ ایہام بھی پائی جاتی ہے کیوں کہ ''دور دوائر'' کے الفاظ اس کے مقتضی ہیں کہ ''مہر'' کے معنی آفتاب کے ہوں گے، حال آں کہ یہاں ''مہر'' کے معنی محبت و مؤدت کے ہیں:

مع آہ ہر کاہ در دردِ داور

مکسر در آلام ہر رمل صحرا (۱۱۷)

خدا تعالیٰ کے درد محبت میں گھانس کا ہر تنکہ آہ و زاری کر رہا ہے اور صحرا کی ریت کے ذرات پراگندہ و منتشر ہو رہے ہیں۔

''آہ'' اور ''کاہ'' میں صنعت تجنیس ہے اور اسی طرح ''در'' اور ''درد'' میں بھی صنعت تجنیس ہے کیوں کہ ''در'' کی را جب ''درد'' کی پہلی دال سے ملے گی تو لفظ ''درد'' بن جائے گا۔

رد دار ارد اللہ مکرم

در اسرار مہر مہہ راد اعلا (۱۱۸)

رسول اللہ ﷺ سے سچی محبت کرنے سے خدا تعالیٰ کا قہر و غضب دور ہو جاتا ہے۔

''دار'' اور ''رد'' میں صنعتِ قلب ہے جب کہ ''ارد'' اور ''در'' میں صنعت تجنیس ہے۔ ''دار'' اور

''ارد'' میں صنعتِ قلب غیر مرتب ہے جب کہ ''دارا'' اور ''دار'' میں صنعت قلب مرتب ہے۔ ''راد'' اور ''رد'' میں صنعت تجنیس ہے اور ایک لحاظ سے صنعت اشتقاق بھی ہے۔ ''مہر'' اور ''مہ راد'' میں صنعت تجنیس ہے کیوں کہ ''مہہ'' کی ''ہ'' جب ''راد'' کی را سے ملے گی ''مہر'' کا لفظ بن جائے گا۔

مع ماہِ روءِ رسولِ مکرم

مہام معلاء داراء اعلا (۱۱۹)

رسول اللہ ﷺ عالم کائنات کی علت غائی ہیں اور آپ ہی کی محبت میں خدا تعالیٰ نے عالم کائنات کو وجود بخشا ہے۔

''مہام'' اور ''ماہ'' میں صنعتِ قلب ہے۔ ''مہام'' میں لفظ ''مہہ'' شامل ہے اور ''مہہ'' مخفف ہے ''ماہ'' کا۔ ''مہام'' کے حرف الٹے جائیں تو ''مہام'' سے ''ماہ'' ہو جائے گا۔

ارم کار در مدح صدر اکارم

مع درد معصومہ مداح والا (۱۲۰)

رسول اللہ ﷺ کا مداح (مؤلف) باوجود یہ کہ اپنی بیٹی کی جدائی کے رنج وغم میں ڈوبا ہوا ہے لیکن پھر بھی رسول اللہ ﷺ کی تعریف بیان کر کے اپنے لئے بہشت تیار کر رہا ہے۔

''ارم کار'' اسم فاعل سماعی ہے۔ ''اکارم''، ''ارم'' اور ''کار'' میں صنعت تجنیس ہے۔ اسی طرح ''در'' اور ''درد'' میں بھی صنعت تجنیس ہے۔

۹۔ فصاحت و بلاغت اور ایجازِ بیان

فصاحت علم معانی میں مشکل و ثقیل الفاظ اور غیر مانوس ترکیبات سے پاک کلام کو کہتے ہیں۔ جب کہ کم از کم الفاظ میں وسیع مضمون کا احاطہ کر لینا بلاغت کہلاتا ہے۔ گویا فصاحت کی انتہا بلاغت ہے۔ ''مطالع المحامد'' سے قبل کی کتب منظومہ میں اطناب وطوالت کا اسلوب غالب نظر آتا ہے مگر برصغیر میں شبلی اور حالی کی کوششوں نے ایجاز واختصار کے ضمن میں فصاحت و بلاغت کے حقیقی مفہوم کا تعارف کروایا۔ مؤلف ''مطالع المحامد'' نے طویل مضمون کو مختصر الفاظ میں بیان کرنے کی اسی روایت کو آگے بڑھایا ہے۔ رعایتِ لفظی اور ترکیبی خوبیوں کے باعث اس کتاب کو بلند مقام حاصل ہوا ہے۔ چند نمونے ملاحظہ فرمائیں۔

ابوجہل نے ایک موقع پر نبی کریم ﷺ کی بے ادبی کی تو حضرت حمزہؓ نے اس کی خوب خبر لی۔ اس

واقعے کو سیرت نگاروں نے بالعموم اور منظوم سیرت نگاروں نے بالخصوص غیر معمولی اہمیت دی ہے، اور اس کے بیان میں بہت زیادہ طوالت سے کام لیا ہے۔ لیکن مصنف کی رعایت لفظی دیکھیے:

عم صدر اعلا در امداد سرور

مکسر سر دگام سردار اعلا (۱۲۱)

حضرت حمزہؓ جو نبی کریم ﷺ سے حد درجہ محبت رکھتے تھے ان کی حمیت وجرأت نے ابوجہل کی عزت وافتخار کو نیست ونابود کر دیا۔

ہجرت مدینہ کے موقع پر جب نبی کریم ﷺ اپنے گھر سے نکلے ہیں اور حضرت ابوبکرؓ کے گھر کی جانب روانہ ہوئے ہیں تو آپ ﷺ کی زبان پر کلام الٰہی جاری تھا اور آپ نے مٹی پر آیات مبارکہ پڑھ کر کفار کی طرف پھینکا جس سے وہ اندھے ہو گئے۔ اس واقعے پر ہمارے منظوم سیرت نگاروں نے بڑی تفصیل سے کام لیا ہے۔ لیکن مصنف کی معجز بیانی دیکھیے کہ کلام الٰہی کو خدا کے ناقابلِ تسخیر قلعے سے تشبیہ دے کر بات ہی ختم کر دی ہے:

کلام معلاء دارا عالم

حصار معلاء سالار اعلا (۱۲۲)

خدا تعالیٰ کا کلام دشمنان دین سے رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کے ضمن میں ایک مضبوط اور ناقابل تسخیر قلعہ بن گیا۔

حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کے مقام ومرتبہ کے تعین کے حوالے سے کتب میں بڑی تفصیل موجود ہے۔ مصنف نے اس مسئلے کو ایک شعر میں سلجھا دیا ہے:

اسر سرور دہر و سام معارگ

ہمہ رام حکم مع راء اعلا (۱۲۳)

حضرت علیؓ زمانے کے برتر سردار اور میدانِ جنگ کے شیر ہیں، لیکن باوجود اس بلند مرتبے کے وہ احکامِ فاروقی کے تابع ہیں۔

۱۰۔ سادگی وتاثیر

سادگی سے مراد یہ ہے کہ جو مضمون شعر میں ادا کیا جائے وہ بلا تکلف سمجھ آ جائے۔ چناں چہ ضروری ہے کہ جملوں کی اصلی نحوی ترتیب قائم رکھی جائے یعنی بحر وقافیہ کی ضرورت سے اجزائے کلام اپنی مقررہ

جگہوں سے زیادہ ہٹنے نہ پائے۔ لیکن سادگی و سلاست کے ساتھ ساتھ مضمون کی دل نشینی، جدت طرازی اور موسیقی کے اجزائے ثلاثہ اگر موجود نہ ہوں تو شعر میں تاثیر پیدا نہیں ہوتی۔ سادگی و تاثیر اور موسیقی کے حوالے سے واجد علی شاہ کا یہ شعر دیکھیے:

ضیا بخش قندیل حب حرم
کرم کر کرم کر کرم کر کرم (۱۲۴)

سادگی و تاثیر اور موسیقی کا یہ ملاپ ہمیں ''مطالع المحامد'' میں بھی ملتا ہے۔ اس شعر میں دیکھیے کہ ''لُو لُو'' اور ''لالہ'' نے کیسی موسیقی بھر دی ہے۔ نیز ''دوائر'' پہلے مصرعے کے آخر میں اور دوسرے مصرعے کے شروع میں بہت عمدگی سے لایا گیا ہے۔

مصور ارم در مدار دوائر
دوائر ہمہ طاس لولوء لالہ (۱۲۵)

کرہ زمین بالکل بہشت کی تصویر معلوم ہوتا تھا اور آسمان بالکل موتیوں کا طشت معلوم ہوتا تھا۔

سادگی و تاثیر کا مرقع ذرا یہ شعر دیکھیے جس میں ''گرد'' کے تکرار نے صوتی خوب صورتی کی حدیں ہی عبور کر لی ہیں:

سما گرد گام رسولِ مکرم
سما گردِ گردِ مہہ راد اعلا (۱۲۶)

آسمان آپ ﷺ کے قدموں کی خاک ہے جو ہر لمحہ آپ پر قربان ہونے کے لئے تیار ہے۔

نبی کریم ﷺ کی برابری کا دعویٰ کرنے والوں پر طعن و تشنیع کے نشتر برسانے کی بہ جائے مصنف نے ایک شعر میں ساری بات کہہ دی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں کہ اس شعر میں سادگی و سلاست کے ساتھ ''مساء'' ''ہم'' اور ''مساہم'' (صنعت تجنیس) نے کیسی خوب صورتی پیدا کر دی ہے:

مساءِ ہم دور و اولاد آدم
مساہم در اطوار و اعمال والا (۱۲۷)

جو کوئی نبی کریم ﷺ کے اقبال و اطوار میں برابری کا دعویٰ کرے وہ دراصل تمام انسانیت کی تکلیف دل اور رنج و غم کا باعث ہے۔

۱۱۔ تشبیہات واستعارات

منظوم کتب سیرت میں تشبیہ واستعارے کو خصوصی اہمیت حاصل رہی ہے۔ اس حوالے سے ''مطالع المحامد'' میں جہاں صوتی اور صوری اثرات اور موسیقی نے اس کے شعری محاسن میں اضافہ کیا ہے وہاں تشبیہ و استعارے وکنائے نے اس کی فصاحت وبلاغت میں اضافہ کر دیا ہے۔ ذیل میں چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔

مساء و سحر ہر دو در روء داور
طلوعِ مہہ و مہر و روءِ مطرا
مساء سحر موءِ معلاء عالم
سحر سحر روءِ مہہ راد اعلا (۱۲۸)

چاند اور سورج دونوں آپ ﷺ کے چہرے سے طلوع کیے جاتے ہیں۔ رات آپ کی زلفوں کے زیر اثر ہے اور صبح آپ ﷺ کے چہرے کی تجلی سے روشن ہوتی ہے۔

ہمہ طائر دہر ہر سوءِ مکہ
در اسرارِ مہر مہہ دار اعلا
مصور ارم در مدار دوائر
دوائر ہمہ طاس لولوءِ لالہ (۱۲۹)

آپ ﷺ کے رخسار مبارک کی محبت میں (جو کہ مثل گلاب کے تر و تازہ اور سرخ تھے) تمام عنادل درگاہِ نبوی میں آ کر جمع ہو گئے۔ اس وقت کرہِ زمین بالکل جنت کی تصویر معلوم ہوتا تھا اور آسمان بالکل موتیوں کا طشت معلوم ہوتا تھا۔

ارم دور عکس مطراء لالہ
ہوا آل در عکس ورد مطرا
مع عہد گل دور ہر سوء عالم
ہمہ دور عالم مراحم مطرا (۱۳۰)

آپ ﷺ کی پیدائش کی برکت سے چاروں اطراف اس قدر پھول کھلے ہوئے تھے کہ جنت کا گماں ہوتا تھا اور تر و تازہ گلاب کے عکس سے ہوا سرخ ہو رہی تھی۔ دنیا کے ہر طرف فصل بہار کا عالم تھا اور تمام دنیا ایک تر و تازہ جائے راحت کی طرح ہو گئی تھی۔

ہمہ سود در صور آواء سرور
مع سور ہر مردۂ گور دروا
مہہ و مہر در لمعہ راءِ سرور
سما طائر عکس سالار اعلا (۱۳۱)

رسول اللہ ﷺ کی آواز حضرت اسرافیل کے صور کا نفخہ ثانیہ ہونے کے لحاظ سے موجب جشن تھی۔ آپ ﷺ کی آواز سے قبروں کے مردے زندہ ہو کر اپنی نئی زندگی کا جشن کرتے تھے۔ چاند اور سورج آپ ﷺ کی عقلِ مبارک کی دو کرنیں ہیں اور آسمان آپ ﷺ کے عکس کا سایہ ہے۔

مہہ رادِ عکس اللہ مطہر
ہمہ دہر در عکس مردِ معلا
عمود سحر لمعۂ روءِ داور
مہہ و مہر دوّار در عکس والا (۱۳۲)

آپ ﷺ اس کائنات پر خدا تعالیٰ کا سایہ ہیں اور تمام کائنات آپ کے زیر سایہ ہے۔ صبح کی روشنی کا عمود آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک کی ایک کرن کی مانند ہے، اور یہ چاند و سورج جو زمانے میں حرکت کر رہے ہیں آپ ﷺ کے عکس کے پرتو ہیں۔

۱۲۔ عشقِ رسول کی فراوانی

یہ بات مسلمہ ہے کہ منظوم کتب سیرت میں منثور کتب سیرت کے مقابلے میں عشقِ رسول کی فراوانی زیادہ ملتی ہے۔ ایک نثر نگار کے ذہن میں واقعات کی ترتیب اور ثقاہت کی فکر دامن گیر ہوتی ہے اور اسی باعث اس کے اندازِ بیاں میں بسا اوقات چاشنی اور حلاوت کا فقدان نظر آتا ہے۔ جب کہ نظم نگار بڑی خوبی سے ان جکڑ بندیوں سے آزاد رہ کر اپنی تخیل پرواز کو بلند تر کرتا چلا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ منظوم کتب سیرت کا وہ سرمایہ جس میں مجلسی ضروریات۔ کو دخل نہیں، اس میں عشق رسول کے اثرات کو واضح طور پر محسوس کیا جا سکتا ہے۔ ''مطالع المحامد'' کی بنیاد اور اساس عشقِ رسول پر استوار ہے اور اس کے نظائر اور مثالیں کتاب میں جا بجا ملتی ہیں۔ شاعر کے قلم نے عشقِ رسول کے جو موتی پروئے ہیں انہیں آنکھوں سے چننے کو جی چاہتا ہے۔ مکمل کتاب عشقِ رسول کے جذبہ صادق سے مملو ہے، لیکن عشق کے کیف و سرور

اور سرمستی ونشاط میں بھی حدود عشق سے تجاوز نہیں برتا گیا۔ نمونے کے طور پر چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔ مؤلف کو اس بات کا مکمل احساس ہے کہ اس کا شکستہ قلم آپ ﷺ کی مدحت سے قاصر ہے۔

دموع مطراء کلک مطہر

در آلام املاء مدح معلا (۱۳۳)

پاک قلم تروتازہ آنسو بہا رہا ہے اور انتہائی پریشانی میں آپ ﷺ کی تعریف بیان کر رہا ہے کیوں کہ آپ ﷺ کی تعریف لکھنا انتہائی مشکل کام ہے۔

ایک اور جگہ اسی مضمون کو یوں بیان کیا ہے:

در املاءِ احوالِ سالار داور

گرہ در گرہ راہ کلک مطرا (۱۳۴)

آپ ﷺ کی تعریف لکھنے میں قلم کی راہ بہت الجھی ہوئی ہے کیوں کہ آپ کی مدحت بیان کرنا بہت مشکل کام ہے۔

اس کی وجہ ایک اور جگہ یوں بیان کرتے ہیں:

مکسر سر کلک داراءِ عالم

در املاء احوال سالار اعلا (۱۳۵)

خدا تعالیٰ نے آپ ﷺ کی تعریف انتہا کو پہنچادی اور اب اس سے زیادہ تعریف کسی کے لئے ممکن ہی نہیں۔

شاعر اس بات پر پریشان ہے کہ:

سر کلک و املاء احوال سرور

سر لوح و حمدِ الٰہ معلا (۱۳۶)

یہ عجیب معاملہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے مداح کا قلم آپ کی تعریف لکھتا ہے لیکن لوح پر وہ تعریف خدا تعالیٰ کی حمد ہو جاتی ہے۔

پھر اس قضیے کو یوں نمٹایا ہے:

محمد مہہ سعد و اعلاءِ عالم

محمد محمد در آواء دارا (۱۳۷)

محمد ﷺ مبارک چاند کی طرح ہیں اور آپ تمام زمانے سے برتر ہیں۔ آپ تو وہ ہیں کہ

پورا قرآن کریم آپ ﷺ ہی کی تعریف سے مملو ہے۔

شاعر کے مطابق وہ شخص سچا مسلمان نہیں ہو سکتا جس کا دل عشقِ رسول کی سرمستی سے سرشار نہ ہو۔ ایسے کم نصیب کو مؤلف مردہ دل تصور کرتے ہیں جو آپ ﷺ کی تعریف کی سعادت سے محروم ہو:

ہمہ اہل دل در رہِ مدح سرور
ہمہ مردہ دل کاہل مدح والا (۱۳۸)

رسول اللہ ﷺ کی مدحت بیان کرنا تو اہلِ دل کا پیشہ ہے اور وہ شخص جو مدحت بیان کرنے میں سستی کرتا ہے وہ تو مردہ دل ہے۔

صرف یہی نہیں بل کہ وہ تو رسول اللہ ﷺ کی مدحت کو ہر درد کی دوا قرار دیتے ہوئے واضح کرتے ہیں:

دواء ہمہ درد در مہر سرور
رہ مہر سرور مراح مطرا (۱۳۹)

رسول اللہ ﷺ سے عشق ہر ایک درد کی دوا ہے اور آپ کی محبت ہی میں ہر طرح کی راحت اور سکون ہے۔

مؤلف عشقِ رسول میں نہ صرف لذت محسوس کرتے ہیں بل کہ اس عمل کو اپنے لیے اور اپنی اولاد و اجداد کے لئے باعثِ نجات بھی سمجھتے ہیں۔

سرور دلِ راد در مہر سرور
دل راد داماء اسرار وارا (۱۴۰)

رسول اللہ ﷺ کی محبت راد (شاعر) کے دل کی خوشی ہے اور راد (مؤلف) کا دل عشق رسول میں اسرارِ الٰہی کا دریا ہو گیا ہے۔

۱۳۔ اصحابِ رسول کی مدحت

نبی کریم ﷺ کی محبت وعقیدت کے ساتھ اصحابِ رسول سے محبت والفت بھی ایمان کا تقاضا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اٹھارہویں صدی سے لے کر بیسویں صدی کے آغاز تک جو منظوم کتب سیرت لکھی گئیں ان میں اصحابِ رسول کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔ اگرچہ یہ ایک عمدہ روایت تھی کہ رسول اللہ کی ذات کو ان کی جماعت سے کاٹ کر پیش نہ کیا جائے۔ تاہم یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس دور کی بعض کتب سیرت میں فضیلت کے باب میں ترجیح وتقدیم کے نامناسب الفاظ اصحابِ رسول سے منسوب کر دیے گئے ہیں۔ مثال

کے طور پر امام بخش ناسخ کی منظوم سیرت کے یہ اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

کہتے بخن بخن آئے وہاں عمر
سب سے افزوں تر ہوئے شاداں عمر(۱۴۱)

ایک جانب تو ایک شیعہ سیرت نگار کی یہ جرات کہ حضرت عمرؓ پر یہ بہتان طرازی کی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی وفات پر نعوذ باللہ بہت شاداں وفرحاں تھے تو دوسری طرف ایک سنی سیرت نگار نے بھی اس درجہ جرأت کا مظاہرہ کیا کہ حضرت علیؓ کو نعوذ باللہ مشرک اور بت پرست قرار دے دیا۔

جب فراغت اوس سے حضرت پا چکے
پھر علی جیو اون سے یہ کہنے لگے
سامنے کوئی تمہارے بت نہ تھا
شرطِ خدمت کرتے تھے کس کی ادا(۱۴۲)

''مطالع المحامد'' کی یہ خوبی ہے کہ شاعر نے انتہائی عمدگی سے اس افراط وتفریط سے دامن بچایا ہے۔ پوری کتاب میں مؤلف موقع کی مناسبت سے اصحابِ رسول کی مدحت کرتے نظر آتے ہیں اور صرف اتنا ہی نہیں بل کہ خلفائے راشدین کی مدحت میں الگ الگ عنوانات قائم کر کے ان کی خصوصیات کو اجاگر کیا ہے۔اصحابِ رسول کی فضیلت میں ترجیح وعدمِ ترجیح کی سوچ کے برعکس شاعر کی رائے یہ ہے کہ:

در اہواء آلاءِ داراءِ داور
ہوا دار سالار اہلِ مدارا(۱۴۳)

خدا تعالیٰ کی خوش نودی اور انعامات کے حصول کی خواہش اور رسول اللہ ﷺ کی دوستی اور محبت میں تمام اصحاب رسول یک ساں ہیں۔

وہ مقام جہاں کفار کے مظالم بیان کیے گئے ہیں مؤلف نے اصحابِ رسول کی ثابت قدمی اور جرأت وبہادری کا نقشہ بڑی عمدگی سے کھینچا ہے:

مسلم در آلام اہل ملامہ
گروہِ معلاء داراء اعلا(۱۴۴)

اگر چہ کفار کے ظلم وستم سے مسلمان انتہائی شکستہ حال تھے لیکن پھر بھی ثابت قدمی اور جرات میں مستقل مزاج تھے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حوالے سے شاعر نے بیالیس اشعار میں ان کی مدحت بیان کی ہے۔اس

کے علاوہ غارِ ثور کے موقع پر حضرت ابو بکر صدیقؓ کی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ محبت اور وارفتگی کا نقشہ بھی بڑی عمدگی سے کھینچا ہے۔ غارِ ثور میں جب رسول اللہ ﷺ آرام فرما رہے تھے تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اس پرانے غار کے سوراخوں کو اپنے کپڑوں سے بند کر دیا مگر ایک سوراخ باقی رہ گیا اور اسے حضرت ابو بکرؓ نے اپنے پاؤں کی ایڑی سے بند کر دیا۔ اس سارے واقعے کو شاعر نے یوں منظوم کیا ہے:

در اسرار مہر رسولِ اکارم
ہمہ کاسر حلّہ مرد معلا
ہمہ کسر مملو مگر کسرِ واحد
معرّاء حلّہ در اسرارِ دارا
کلاہِ ہمہ کسر گامِ مطہر
در اسرار مہر مہہ رادِ اعلا (۱۴۵)

نبی کریم ﷺ کی محبت میں حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنے تمام کپڑے نوچ ڈالے اور ان سے تمام سوراخوں کے منہ بند کر دیے، مگر ایک سوراخ باقی رہ گیا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنی ایڑی کو اس سورخ کی دستار بنا دیا۔ یعنی اس سوراخ کو اپنی ایڑی سے بند کر دیا۔

حضرت عمرؓ کی مدحت میں شاعر نے ایک سو ستر اشعار وقف کیے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے نبی کریم ﷺ کی محبت و اطاعت کی جو مثال قائم کی اس پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ طوالت سے بچنے کی غرض سے محض چند اشعار پیشِ خدمت ہیں:

عمر محور روح صدر دو عالم
مدار عمر مہر آل معلا
اسد صدر صدر معلاءِ سرور
سو راءِ سرور مع راءِ اعلا (۱۴۶)

حضرت عمرؓ رسول اللہ ﷺ کی خوشی کا محور ہیں اور حضرت عمرؓ کی محبت کا مدار رسول اللہ کی آل ہے۔ حضرت علیؓ آپؓ کی مسند کے صدر نشین تھے اور حضرت عمرؓ کی رائے حضرت علیؓ کی رائے کے موافق ہوتی تھی۔

حضرت عثمان غنیؓ کی مدحت میں مؤلف نے پچیس اشعار قلم بند کیے ہیں:

مدار لورع عالم السر داور

دُر آراءِ آواءِ داراءِ اعلا
دم صدر اعلاء دہر ممہّد
گل و لالۂ لوح داراءِ اعلا (۱۴۷)

حضرت عثمان غنیؓ پرہیزگاری کا مدار، اسرارِ الٰہی کے جاننے والے اور قرآن کریم کو موتیوں سے سجانے والے ہیں۔ آپؓ کے خون کے مقدس قطرات نے گل و لالہ بن کر قرآن کو مصور اور رنگین کر دیا۔

حضرت علیؓ کی مدحت میں شاعر نے سینتیس اشعار تحریر کیے ہیں۔

در علم و داماءِ اسرارِ دارا
عطاط المعارک در اہوال اعدا
مساء ہمہ دور دہر ممہّد
ہمہ مطلع مہر در راءِ والا (۱۴۸)

حضرت علیؓ علم کا دروازہ اور اسرارِ الٰہی کا سمندر تھے۔ جنگ میں آپؓ مثل شیر بہادری کے جوہر دکھاتے تھے۔ اس وسیع زمانے کی شبِ تاریک آپؓ کی رائے سے مطلع خورشید ہوگئی تھی۔

۱۴۔ آل بیت سے محبت وعقیدت

اس منظوم سیرت میں آلِ بیت اطہار سے محبت وعقیدت کے جذبات بھی واضح طور پر دیکھے جا سکتے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اس قصیدے میں شاعر نے آل بیعت سے محبت کا حق ادا کر دیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ پروفیسر عبدالقوی فانی جو شیعہ مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہیں، وہ لکھنے پر مجبور ہو گئے ہیں:

قدرت اللہ بیگ راد قزلباش ملیح آبادی نے جو ایک انتہائی سخت اور متعصب سنی ہیں، اس قصیدے میں آلِ اطہار کی انتہائی زور میں تعریف کی ہے۔ اس سے مقصود ان کا یہ ہے کہ سنیوں کا یہی (حقیقی) اعتقاد ہے۔ اس کے خلاف جو کچھ کہا جائے وہ بالکل غلط اور اتہام ہے۔ (۱۴۹)

مؤلف نے آل بیعت اطہار کی تعریف اور منقبت کا مقصد یہ بتلایا ہے:

وسائل در آلاء اکرام داور
سو آل در مدح صدر معلا (۱۵۰)

رسول اللہ ﷺ کی تعریف کرنے سے ان کی آل خوش ہوگی اور ان کی آل کے خوش ہو جانے سے خداوندی نعمتیں حاصل ہو جائیں گی۔

ایک اور جگہ تو یہ تک کہہ دیا:

در اکرام آل رسول مکرم

ارم حصہ دارد مداح والا (۱۵۱)

آل نبوی کی عظمت بیان کرنے کے صلے میں مداح (مؤلف) نے جنت حاصل کر لی۔

حضرت امام حسنؓ اور حسینؓ کو چاند اور سورج سے تشبیہ دی ہے:

مہہ دار مسموم و ماہِ مرمل

مہہ و مہر آل رسول معلا (۱۵۲)

حضرت امام حسنؓ اور امام حسینؓ یہ دونوں صاحب زادے رسول اللہ ﷺ کی اولاد میں بمنزلہ چاند اور سورج کے ہیں۔

واقعہ کربلا میں امام حسینؓ کی المناک شہادت کو منظوم کتب سیرت میں بڑے افراط و تفریط سے بیان کیا گیا ہے۔ تاہم شاعر نے حضرت امام حسینؓ کی محبت و عقیدت میں جو ایک سو ایک اشعار تحریر کیے ہیں ان میں کسی قسم کا افراط و تفریط نہیں پایا جاتا۔ وہ لوگ جو حضرت عمرؓ کے حوالے سے یہ غلط رائے رکھتے ہیں کہ انہوں نے آل بیعت اطہار کا حق خلافت صلب کیا تھا، ان کے اس غلط نظریے کو شاعر نے حضرت حسینؓ کی تعریف کے ضمن میں اس طرح بیان کیا ہے کہ تمام اشکال دور ہو جاتے ہیں:

مروح دل راد مرد مطہر

در آرام آل مہہ راد اعلا (۱۵۳)

رسول اللہ ﷺ کی آل کے آرام اور راحت سے حضرت عمرؓ کے دل کو انتہائی راحت اور سکون ملتا تھا۔

مؤلف نے آل بیعت اطہار کی محبت و عقیدت میں اپنے جذبات کا بھرپور مظاہرہ کیا ہے مگر اس خوبی سے کہ کسی بھی قسم کے تاریخی و فروعی اختلاف کو جذبات کی مقتل گاہ نہیں بننے دیا۔

''مطالع المحامد'' کے نقائص اور خامیاں

''مطالع المحامد'' اپنے فنی محاسن اور انفرادیت کے باعث منظوم سیرت نگاری میں ایک جداگانہ

مقام رکھتی ہے۔ مرزا قدرت اللہ بیگ نے اپنے دور کے ادبی اسلوب کو اس کتاب میں بڑی خوبی سے سمویا ہے۔ تاہم مؤلف موصوف بھی ایک انسان تھے اور کہا جاتا ہے کہ انسان خطا کا پتلا ہے۔ بہ قول شاعر:

وفی ذالذی ترضیٰ سجایاہ مکتھا

کفی المرء نبلاً ان تعد معائبہ

ایسا کون ہے جس کے جملہ اخلاق ہی عمدہ ہوں، کسی آدمی کے شرف وفضیلت کے لئے یہی کافی ہے کہ اس میں گنتی کے عیوب ہوں۔

اس کتاب میں اگرچہ ادبی نقائص اور علمی خامیاں نہ ہونے کے برابر ہیں لیکن جو ہیں وہ پیش خدمت ہیں۔

ا۔ موضوع روایات

مجموعی اعتبار سے اس کتاب میں موضوع اور کم زور روایات بہت زیادہ نہیں۔ شاعر نے حتی الامکان موضوعی روایات سے اجتناب برتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود چند کم زور روایات کتاب میں درآئی ہیں۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں:

ہمہ مردم دور دار مکرم

در احرام درگاہ سالارِ اعلا (۱۵۴)

آپ ﷺ کے دور میں خانہ کعبہ کے تمام مجاوروں نے خانہ کعبہ کو چھوڑ کر دار النبوت کا احرام باندھ لیا تھا۔

یہ بات خلافِ واقعہ ہے کیوں کہ خانہ کعبہ کے مجاور تو آپ ﷺ کے دشمن ہو گئے تھے۔ اس بنا پر دار النبوت کا احرام باندھنے کا کیا معنی ہوگا۔

سوم ماہ در دورہ ماہِ کامل

دوکم مائل دہر سالار اعلا (۱۵۵)

قمری سال کے تیسرے مہینے ربیع الاول کے دوکم چودہ (یعنی بارہ ربیع الاول) کو آپ اس دنیا میں تشریف لائے۔

ابونعیم، قسطلانی اور سیوطی وغیرہ نے ابن ہشام اور طبری کے حوالے سے ۱۲ ربیع الاول کو آپ ﷺ کی تاریخ ولادت قرار دیا ہے۔ (۱۵۶) بعد ازاں ان ہی کی روایات کتب میلاد میں رقم ہوتی چلی گئیں۔

تاہم جدید تحقیق کے مطابق جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں آپ ﷺ کی تاریخ ولادت ۹ ربیع الاول ہے، اور یہی درست بھی ہے۔(۱۵۷) شاعر نے اس روایت کے بیان میں زیادہ تحقیق نہیں کی۔

در احوال صدر معلاء عالم
مکسر ہمہ دور درگاہِ کسریٰ(۱۵۸)

رسول اللہ ﷺ کی ولادت کے سبب کسریٰ کے محل پر زلزلہ آیا اور اس میں دراڑیں پڑ گئیں۔

اس روایت کا مرکزی راوی مخزوم ابن ہانی ہے، جو ابن حجر کے نزدیک مجہول ہے۔(۱۵۹) سید سلیمان ندوی کے مطابق ہانی کی عمر ڈیڑھ سو برس بتائی جاتی ہے، جب کہ اس نام کا کوئی صحابی، جو مخزومی اور قریشی ہو اور اس کی عمر ڈیڑھ سو برس ہو، معلوم نہیں۔(۱۶۰) بنیادی طور پر یہ روایت ابونعیم اور قسطلانی کے حوالے سے نقل ہوئی ہے، اور اس کا کوئی استنادی مقام نہیں ہے۔

در اسماء مرد معلاء عالم
ہمہ مردہ گور در حمد دارا(۱۶۱)

رسول اللہ ﷺ کی ولادت کی خبر سن کر قبر کے مردے حمدِ الٰہی میں مشغول ہو گئے۔

غور طلب مقام ہے کہ مُردوں کو ولادت کی خبر کس نے دی؟ کیا یہ روایت کسی بھی حدیث یا سیرت کی کتاب میں موجود ہے؟ آخر اس طرز کی بے محابا تعلّی کی کیا ضرورت تھی؟

در اسرار موءِ رسولِ مکرم
مع آل ہر ام مکسور و درواز(۱۶۲)

رسول اللہ ﷺ کے بالوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ تاثیر دی تھی کہ بانجھ عورتیں آپ کے بالوں پانی میں بھگوتی تھیں تو اس پانی کے پینے سے ان کے ہاں بچہ پیدا ہوتا تھا۔

اس کم زور روایت کے متعلق کیا کہا جا سکتا ہے جسے کسی ضعیف روایت کے مجموعے میں بھی کسی نے بیان نہیں کیا۔

مکسر در آلام ماہِ مرمل
ہمہ دور گور مہہ راد اعلا(۱۶۳)

حضرت حسین کی شہادت کے رنج و غم میں حضرت عمرؓ انتہائی غم زدہ ہو گئے۔

اس کے ضعف بیاں کی یہی شہادت کافی ہے کہ حضرت عمرؓ کی شہادت کے تقریباً سینتیس سال بعد

حضرت حسینؓ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا ہے۔

الوہیت اور بشریت میں عدم امتیاز

ہمارے ہاں ایسے منظوم سیرت نگاروں کی کثرت ہے جنہوں نے ''احمد'' بلا میم اور ''عرب'' بلا عین کے مضامین اپنی کتب میں بیان کیے ہیں۔ اس قسم کے مضامین کے عین کے لفظ کو لفظ سے جدا کر کے احمد کو احد اور رسول عربی کو عرب نہیں بل کہ رب کی شان میں جلوہ گر دکھانے کی کوششیں کی گئی ہیں۔ حیرت ہوتی ہے کہ اس قسم کے مضامین میں شاعر نے جس درجے احتیاط سے کام لیا ہے، کس طرح اس قسم کی غیر مستحسن روایات در آئی ہیں۔ چند مثالیں دیکھیے:

حد عہد سرور حد دور داور
موحد در اسرار داراءِ اعلا (۱۶۴)

آپ ﷺ اور خدا تعالیٰ کا زمانہ ایک ہے، یعنی جس طرح خدا قدیم ہیں اسی طرح آپ بھی قدیم ہیں۔ نیز آپ ﷺ کے اسرار اور اسرارِ الٰہی ایک ہی ہیں۔

ایک جگہ تو الوہیت اور بشریت کا فرق ہی ختم کر ڈالا ہے:

ہمہ دہر احوال در اسرار داور
در احمد احد حد مدح معلا (۱۶۵)

خدا تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے اسرار کے سمجھنے میں تمام زمانہ سرگرداں ہے۔ اصل بات تو یہ ہے کہ احمد اور احد دونوں ایک ہیں۔

نیز یہ بھی ملاحظہ ہو:

احد احمد و در مہر و مکارم
لم و دم در سر مولود والا (۱۶۶)

خدا تعالیٰ خود احمد بن کے زمانہ نبوت میں آیا اور یہ نکتہ لفظ مولود سے ظاہر ہوتا ہے، کیوں کہ لفظ مولود میں ''لم ودم'' موجود ہے جس کے معنی دوسرے کی نفی کے ہیں۔

۳۔ مبالغہ آمیزی

یہ ایک حقیقت ہے کہ منظوم سیرت نگاروں نے فن مبالغہ کے تحت حسنِ کلام میں اضافہ اور جدت و ندرت پیدا کرنے کی خاطر تشبیہ و استعارے کے استعمال میں بغایت احتیاط و بصیرت سے کام نہیں لیا۔

حال آں کہ موضوع کی نزاکت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ فن مبالغہ حیطہ کذب وافترا سے مبرا رہے۔ بعض نے غلط فہمی اور مغالطہ آمیزی کی بنا پر فن مبالغہ کو ہی ''شاعرانہ کذب'' کہہ دیا ہے۔ اس باب میں خواجہ نظام الدین اولیا کا مشہور قول ہے:

جھوٹ بولنا گناہ ہے لیکن وہ جھوٹ جو شعر میں بولا جائے اس میں گناہ نہیں۔ (۱۶۷)

لیکن سید سلیمان ندوی نے واضح طور پر لکھا ہے:

حضرات انبیاء علیہم السلام کے باب میں ذرا سا مبالغہ وغلو شرک کی سرحد میں پہنچا دیتا ہے اور تہدید نبوی من کذب علی متعمداً فلیتبو مقعدہٗ من النار کا مستحق قرار دیتا ہے۔ (۱۶۸)

خواجہ الطاف حسین حالی نے تو ''فن مبالغہ'' کے بخیے ہی ادھیڑ کر رکھ دیے ہیں، لکھتے ہیں:

ہماری شاعری میں خلفائے عباسیہ کے زمانے سے لے کر آج تک جھوٹ اور مبالغہ برابر ترقی کرتا چلا آیا ہے، اور شاعری کے لئے جھوٹ بولنا صرف جائز ہی نہیں رکھا گیا بل کہ اس کو شاعری کا زیور سمجھا گیا ہے۔ (۱۶۹)

مؤلف ''مطالع المحامد'' نے مبالغہ آمیزی میں اگرچہ اپنے پیش رو سیرت نگاروں کی اقتدا نہیں کی لیکن کئی ایک مقامات پر مبالغہ آمیزی کے نمونے بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔ ''بشریت والوہیت'' کی بات تو کی جا چکی جو عقیدے کے زمرے میں آتی ہے، اس کے علاوہ وہ نمونے جو عقیدے کی بہ جائے ادبی دائرے میں آتے ہیں ان کی مثالیں درج ذیل ہیں۔

نبی کریم ﷺ سے نکاح کے حوالے سے عورتوں کی خواہش کو اس درجے مبالغے کی دبیز چادر پہنائی ہے کہ طبیعت پر ناگواری چھا جاتی ہے:

عرائس مع عرس و لام عرائس

ہمہ دام داماد مطروح و دروا (۱۷۰)

زمانے بھر کی عورتیں در پردہ آپ ﷺ کی خواہش میں اپنے شوہروں کی موت کی دعا کر رہی ہیں۔

نبی کریم ﷺ کے نیزے کو سوئی کے مشابہہ قرار دیا ہے:

ہمہ دار در رمح سالار دارا

سردار و روا ہمہ راس اعدا (۱۷۱)

رسول اللہ ﷺ کا نیزہ بالکل سوئی سے مشابہہ تھا کہ جس میں کافر کے سر لٹکے ہوتے تھے۔
شیر کو ہرن اور مموے کو عقاب بنادیا ہے جو خلافِ واقعہ اور فہم وادراک سے بالا ہے۔

اسد آہوء عدل سالار داور
اگر صعوہ کا سر در اکرام والا (۱۷۲)

آپ ﷺ کے خوفِ عدل سے شیر ضعف میں ہرن کے مثل ہوگیا ہے اور مموا بہادری میں عقاب کے مثل ہوگیا ہے۔
نبی کریم ﷺ کی شجاعت اور بہادری کے ضمن میں مبالغے کی انتہا کردی ہے۔

در امطار صمصام سالار اعلا
معارک ہمہ لالہ و درد حمرا (۱۷۳)

رسول اللہ ﷺ کی تلوار جس وقت مثل ابر کے برستی تھی تو جنگ گاہیں لالہ وگل کے کھیت کی طرح سرخ اور رنگین ہوجاتی تھیں۔
رسول اللہ ﷺ کی محبت میں مُردوں کو بھی زندگی دے کر تناسخ کو ثابت کردیا ہے۔

مع عود اولاد معدوم آدم
در اسرار مہر رسول معلا (۱۷۴)

حضرت آدم علیہ السلام کی جو اولاد مرگئی تھی وہ آپ ﷺ کی محبت میں پھر پیدا ہورہی ہے۔
۶۔ آپ ﷺ کے سر پر ایسا تاج پہنا دیا گیا ہے جو دوسو چاند اور سورج کی چمک سے بھی زیادہ روشن ہے:

دو صد مہر و مہہ در کلاءِ مطہر
ارم حلہ راد مرد معلا (۱۷۵)

آپ ﷺ کے تاج کے جواہر اس قدر بڑے اور روشن ہیں کہ معلوم ہوتا ہے دوسو چاند اور سورج چمک رہے ہیں۔ آپ ﷺ کا لباس ایسا مرصع اور مزین ہے کہ بہشت کا گمان ہوتا ہے۔

۴۔ نامناسب الفاظ کا استعمال

سیرت نگاری اپنی فضیلت اور مرتبے کے اعتبار سے جس درجہ علو ویت وشرف کا باعث ہے۔ اسی درجے حزم واحتیاط اور حفظِ مراتب کا تقاضا بھی کرتی ہے۔ منظوم سیرت نگاروں نے واقعہ نگاری کے ضمن

میں بعض نامناسب الفاظ کا استعمال بھی روا رکھا ہے جو کسی طور درست نہیں۔ اس حوالے سے نبی کریم ﷺ کو ایک نبی سے زیادہ بادشاہ کی شکل میں پیش کرنے اور حور و غلماں کو ہر لحظہ آپ ﷺ کے گرد گھیرا ڈالے دکھانے کی کوشش کی گئی ہے، جو ظاہر ہے کسی طور درست نہیں۔ ’’مطالع المحامد‘‘ میں بھی تواتر سے اس سعی نامشکور کا اعادہ کیا گیا ہے۔ اس حوالے سے شاعر کتاب نے تقریباً تین سو اشعار ایسے کہے ہیں جن میں حور وقصور کا ذکر ملتا ہے۔ نیز آپ ﷺ کا تعارف ایک بادشاہ کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ ان مقامات میں مؤلف قدیم فارسی قصیدہ گو شعرا سے زیادہ مختلف نظر نہیں آتے، اگر فرق ہے تو صرف یہ کہ ان کی نظم میں شراب کا ذکر نہیں، جب کہ ان کے پیش رو شعرا کے ہاں شراب اور ساغر و مینا کے بغیر شعر نامکمل تصور کیا جاتا تھا۔ بہ ہر کیف چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

سرِ لوح روءِ امام مطہر
گہہ مہر لعل مطراء حورا(۱۷۶)

آپ ﷺ کے رخسار پر بوسے کی وجہ سے حوروں کے موتیوں جیسے لبوں کی مہر لگی ہوئی تھی۔

عرائس در آواءِ مردِ مکرم
مع دور طاؤس روءِ مطرا(۱۷۷)

حسین عورتیں رسول اللہ ﷺ کی محبت کا راگ گا رہی تھیں۔ ان کے رنگین اور حسین رخسار حرکت کر رہے تھے اور معلوم ہوتا تھا مور ناچ رہے ہیں۔

سرور و ہمہ رود و دور عرائس
مع سور ہر سوءِ صحراء والا(۱۷۸)

آپ ﷺ کے چاروں اطراف سرود اور رود بج رہا تھا اور حسین عورتیں ناچ رہی تھیں۔ اس وسیع صحرا کے چاروں اطراف جشن کا سماں تھا۔

گہہ حملۂ مرد اعلاء عالم
مکسر مسامع در آواء والا(۱۷۹)

رسول اللہ ﷺ جس وقت حملہ کرتے تھے تو آپ کے نعرے کی آواز سے لوگوں کے کانوں کے پردے پھٹ جاتے تھے۔

ہمہ سہو در راءِ اہل مکارم
در آلام سالار دور مدارا(۱۸۰)

آپ ﷺ کی وفات پر انتہائی رنج و غم کی وجہ سے صحابہ کرامؓ کی عقلوں میں سہو اور نقصان پیدا ہو گیا تھا۔

۵۔ بے جوڑ تشبیہات

شاعر ''مطالع الحامد'' نے یقیناً تشبیہات و استعارت اور مجاز و کنایہ کا بہت زیادہ لیکن بہت عمدہ استعمال کیا ہے، تاہم قلم کی روانی اور طبیعت کی جولانی کے سبب کئی غلط اور بے جوڑ تشبیہات بھی کتاب میں در آئی ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

گل دوحۂ کلک داراء داور

مہہ دور روء رسول معلا (۱۸۱)

رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک خدا تعالیٰ کے قلم کے درخت کا پھول ہے۔

اس شعر میں ''قلم کے درخت'' کا کیا معنی ہے؟ پھر قلم کے درخت کا پھول سے کیا تعلق ہے؟ عجیب بے جوڑ نسبت ہے۔

مہمد مع سور مورِ مکسر

رسوم مہہ راد سالار اعلا (۱۸۲)

رسول اللہ ﷺ کی عدالت اس قدر بڑھی ہوئی ہے کہ آپ کے مذہبی رسوم چیونٹیوں کے جشن کے مانند پھیلے ہوئے ہیں۔

اس شعر میں ''چیونٹیوں کا جشن'' فہم سے بالا ہے۔ پھر آپ ﷺ کی مذہبی رسوم کی چیونٹیوں کے جشن سے کوئی تشبیہ بنتی ہے؟

اگر عکس معدوم امرِ مسلم

ارم لوح عکس مہہ راد اعلا (۱۸۳)

اگر رسول اللہ ﷺ کا عکس معدوم ہے تو یہ ایک مسلم الثبوت امر ہے کیوں کہ بہشت آپ ﷺ ہی کے عکس جیسی ہے۔

اول تو آپ ﷺ کا سایہ نہ ہونے کی روایت ہی درست نہیں اور شعر مذکور میں ''اگر'' سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ لیکن اگر ایسا فرض کر بھی لیا جائے تو جو عکس موجود ہی نہیں اس کی تشبیہ اور نسبت بہشت سے کیسے ہو سکتی ہے۔

سم مار ور ارد اعلاء عالم
مع مہرہ ہر دور مہر معلا (۱۸۴)

رسول اللہ ﷺ کے قہر وغضب میں سانپ کا زہر بھرا ہوا ہے اور آپ کی محبت اس زہر کا تریاق ہے۔

شعر کے عمدہ ہونے میں کلام نہیں لیکن آپ ﷺ کے قہر وغضب کو سانپ کے زہر سے تشبیہ دینا بالکل درست نہیں۔ آپ ﷺ تو سراپائے رحمت تھے، اس لیے یہ تشبیہ بالکل بے جوڑ ہے۔

ہمہ کودک عہد سالار عالم
ارسطو حکمہ در اسرار دارا (۱۸۵)

آپ ﷺ کے زمانے کے لوگ اسرارِ الٰہی کے سمجھنے میں ارسطو کی طرح فلاسفر بن گئے ہیں۔ اصحابِ رسول اور ارسطو کی کیا نسبت ہو سکتی ہے۔

۶۔ فلسفیانہ موشگافیاں

مؤلف ''مطالع المحامد'' کو فلسفہ اور منطق سے خصوصی شغف تھا۔ منطق اور فلسفے کے موضوع پر آپ نے بہت سے رسائل بھی لکھے تھے جو تلف ہو گئے۔ ان کے اس ذوق کا اثر ''مطالع المحامد'' میں بھی نظر آتا ہے۔ اگر یہ کتاب سیرت نبوی سے متعلق نہ ہوتی تو شاید کوئی بات نہیں تھی لیکن شاعر نے کئی مقامات پر ایسی لایعنی فلسفیانہ موشگافیاں کی ہیں کہ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

دم سرور دہر در دورِ آدم
رکوع ملائک در اکرام والا (۱۸۶)

چوں کہ رسول اللہ ﷺ کا خون حضرت آدم علیہ السلام کے جسم میں تھا لہٰذا ملائکہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جو سجدہ کیا وہ درحقیقت آپ ﷺ کو کیا تھا۔

گل دہر در دوحۂ حکم سرور
دوائر در دور داماء والا (۱۸۷)

رسول اللہ ﷺ کا حکم بمنزلہ ایک درخت کے ہے اور زمانہ اس درخت کا ایک پھول ہے۔ آپ ﷺ کا وجود بمنزلہ ایک دریا کے ہے اور آسمان اس دریا کا موتی ہے۔

دم و لحم صدر معلاء داور

امام معلاء دہر مطرا(۱۸۸)

رسول اللہ ﷺ کا خون اور گوشت بعینہٖ حضرت علیؓ کا خون اور گوشت ہے۔

مع لاءِ کالاء روح مطہر

مہہ راد سالک سوء راہِ دارا(۱۸۹)

معراج کے موقع پر آپ ﷺ نے اپنے مادی جسم کو چھوڑ دیا اور روحانی جسم کے ساتھ اللہ کی طرف تشریف لے گئے۔

۷۔عدمِ تسلسل

''مطالع المحامد'' میں تسلسل کا فقدان ہے۔ شاعر ایک واقعہ ذکر کرتے کرتے کسی اور بات کا ذکر شروع کر دیتے ہیں۔ حیرت اس بات پر ہوتی ہے کہ ثانی الذکر بات کا پچھلی بات سے دور دور کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اس عدم تسلسل کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک واقعہ کے بیان سے جو ماحول اور کیفیت بنی ہوتی ہے، وہ زائل ہو جاتی ہے۔ کبھی کبھی تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس عدمِ تسلسل کا باعث مؤلف کی قلبی کیفیات اور نشست و برخاست میں وقفہ اور تعطل رہا ہوگا۔ شاید مصنف کچھ کچھ وقفے سے کتاب کی تالیف میں مشغول ہوتے تھے اور جب بھی لکھنے بیٹھتے تو پھر سے اپنی کیفیات کو از سر نو مجتمع کر کے لکھنا شروع کرتے ہوں گے۔ چند مثالیں دیکھیے۔

مؤلف نے اصحابِ رسول کی ہجرتِ حبشہ اولیٰ کے ضمن میں صحابہ کرامؓ کی ہجرت کو بعد میں جب کہ نجاشی کا آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجے جانے والے عریضے کا ذکر پہلے منظوم کیا ہے۔(۱۹۰) حال آں کہ زمانی ترتیب اس کے برخلاف ہے۔

واقعہ معراج ہجرت نبوی سے کچھ عرصے قبل کا ہے اور اس لحاظ سے اسے اسی ترتیب سے بیان کرنا چاہیے تھا لیکن شاعر نے اسے کتاب کے تقریباً اختتام میں ذکر کیا ہے۔(۱۹۱) اور بیچ میں کئی ضمنی مباحث آ گئے ہیں۔

حضرت خدیجہؓ کی وفات کا واقعہ ہجرتِ مدینہ سے پہلے پیش آیا تھا لیکن شاعر نے اس کے برخلاف حضرت خدیجہؓ کی وفات کا ذکر بعد میں اور ہجرت مدینہ کا ذکر پہلے کیا ہے۔(۱۹۲)

حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے آپ ﷺ کو لے کر مکہ سے روانہ ہونے کے واقعہ کو بیان کر کے ایسی بحث کی ہے جو اس واقعے سے کوئی تعلق نہیں رکھتی۔(۱۹۳) اور اتنی غیر ضروری تفصیل بیان کرنے کے بعد شقِ

صدر کا واقعہ بیان کر دیا ہے۔

۸۔ مضامین کا تکرار

''مطالع المحامد'' کا ایک نقص یہ ہے کہ اس میں نہ صرف مضامین کا بل کہ اشعار کا بھی بڑی کثرت سے تکرار پایا جاتا ہے۔ یقیناً محدود ذخیرہ الفاظ کے سہارے اتنا طویل قصیدہ لکھنا بہ جائے خود ایک خوبی ہے لیکن اس خوبی میں کمال تب پیدا ہوتا جب مضامین میں جدت طرازی اور نکتہ آفرینی پیدا کی جاتی۔ طویل قصائد میں اگر جدت مضامین اور نکتہ آفرینی کے عناصر شامل نہ ہوں تو فصاحت و بلاغت اور ندرتِ بیان کے باوجود پڑھنے میں شوق و انہماک قائم نہیں رہتا اور یہی کیفیت ''مطالع المحامد'' کے مطالعے کے دوران بھی ہوتی ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

عرائس ہمہ مہر و ماہِ مطہر
ہمہ لمعہ طور و درگاہ والا (۱۹۴)

آپ ﷺ کے استقبال میں حوریں حسن و جمال کے باعث چانداور سورج معلوم ہوتی ہیں اوران کے چہرے سے جو روشنی نکلتی تھی وہ کوہ طور کی تجلی معلوم ہوتی تھی۔

یہ مضمون تقریباً اکیاون اشعار میں مختلف مقامات میں دہرایا گیا ہے۔ بعض جگہ تو ایک ہی شعر بار بار معمولی لفظی تغیر کے ساتھ دہرایا گیا ہے۔

در آلام معصومہ و در و مادر
مع درد ہر دور مداح والا (۱۹۵)

اپنی بیٹی اور والدہ کے رنج وغم میں مداح (مؤلف) کے لئے غم ورنج کی تلچھٹ کے سوا کچھ نہیں ہے۔

یہ بات درست ہے کہ مؤلف نے یہ منظوم سیرت اپنی کم عمر بیٹی کے ناگہانی وصال پر محض ان کے ایصال ثواب کی غرض سے لکھی۔ اس کا اظہار ایک جدا عنوان میں کیا جا سکتا تھا۔ تاہم مؤلف نے تقریباً اکسٹھ اشعار میں بار بار اور بے موقع اس مضمون کو بیان کیا ہے۔

ملائک گہہ گاہ حور مطہر
دو سوۓ مہہ راد سالار دارا (۱۹۶)

رسول اللہ ﷺ کے دونوں طرف کبھی ملائکہ کی صف دکھائی دیتی تھی اور کبھی حوروں کی صف۔

یہ شعر تین مختلف مقامات پر تو بعینہٖ اور گیارہ مقامات پر اس سے ملتے جلتے مضمون میں بیان کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اچھا شعر اور عمدہ مضمون ہونے کے باوجود تکرارِ کلام نے اس کا سارا مزا اکارت کر دیا ہے۔

۹۔ تضاد و تنافر

تضاد و تنافر بھی کلام میں سقم تصور کیا جاتا ہے۔ ''مطالع المحامد'' کے چند مقامات میں یہ وصف ناپسندیدہ بھی پایا جاتا ہے۔ شاعر ایک جگہ جس بات کا اثبات کرتے ہیں، کسی دوسری جگہ پر اس کی نفی کر دیتے ہیں۔ تضاد کا یہ پہلو اگرچہ مکمل کتاب پر غالب نہیں لیکن چند مقامات میں بھی یہ نہ پایا جاتا تو بہتر تھا۔ مثلاً

دموع مطراء کلک مطہر

در آلام املاء مدح معلا (۱۹۷)

میرا پاکیزہ قلم آنسو بہا رہا ہے اور انتہائی پریشانی کے عالم میں آپ ﷺ کی تعریف لکھ رہا ہے کیوں کہ آپ ﷺ کی تعریف لکھنا انتہائی مشکل کام ہے۔

اس شعر میں شاعر نے واضح طور پر بیان کیا ہے کہ قلم پر بھی حزن و ملال کی کیفیت طاری ہے اور میں بڑی پریشانی میں آپ ﷺ کی تعریف لکھ رہا ہوں۔ لیکن ایک اور جگہ اس کے بالکل متضاد بات کہہ دی ہے۔

سر کلک مائل گہہ حمد دارا

در املاء مدح رسول معلا (۱۹۸)

مداح جس وقت مدح لکھتا ہے تو قلم انتہائی شوق اور خوشی سے رسول اللہ ﷺ کی تعریف لکھنے پر مائل ہو جاتا ہے۔

مساء صعود رسول معلا

سواد ہمہ طرۂ و موء حورا (۱۹۹)

رسول اللہ ﷺ کی شب معراج اپنی تاریکی میں حوروں کی زلف اور بالوں کی طرح سیاہ تھی۔

اس شعر کے تھوڑا آگے چل کر اس کی یوں نفی کر دی ہے:

سر راہِ مرد معلاء عالم

ہمہ لمعہ ماہ و مہر معلا (۲۰۰)

معراج کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کی راہ میں چاروں طرف چاند اور سورج کی شعائیں پھیلی ہوئی تھیں۔

۱۰۔ کتابتی وطباعتی اغلاط

''مطالع المحامد'' کی کتابت اور طباعت میں بھی کئی اغلاط موجود ہیں۔ کتاب کے مقدمہ نگار نے اس کا اظہار یوں کیا ہے:

> اس کا افسوس ہے کہ باوجود کافی اہتمام اور کوشش کے کتابت وطباعت کی غیر معمولی دقتوں کی وجہ سے قصیدے میں بہت سی غلطیاں رہ گئی ہیں۔ کسی فتنہ انگیز حاسد نے کسی کاتب سے مل کے کچھ شعر قصداً خراب کر دیے۔(۲۰۱)

اگر چہ کتاب کے آغاز ہی میں ایک طویل ''غلط نامہ'' لگایا گیا ہے جس میں کتابتی اغلاط کی نشان دہی کی گئی ہے لیکن ایسی بہت سی اغلاط رہ گئی ہیں جو ''غلط نامے'' کے احاطے میں بھی نہیں آ سکی ہیں۔ ذیل میں ان اغلاط کی مثالیں دی جاتی ہیں۔

۱۔ پہلی قسم تو کتابتی اغلاط کی ہے، مثلاً

☆ ''اعلاءِ دارا'' کو ''داراءِ اعلا'' لکھ دیا گیا ہے۔

☆ ''سرو'' کو ''سرد'' لکھ دیا گیا ہے۔

☆ ''امطار'' کو ''اسطار'' لکھ دیا گیا ہے

☆ ''مطرا'' کو ''مطہر'' لکھ دیا گیا ہے۔

☆ ''عائل'' کو ''آئس'' لکھ دیا گیا ہے۔

☆ ''سرور'' کو ''شرر'' لکھ دیا گیا ہے۔

☆ ''اکارم'' کو ''اکابر'' لکھ دیا گیا ہے۔

☆ ''مکسر'' کو ''مکرم'' لکھ دیا گیا ہے۔(۲۰۲)

۲۔ دوسری قسم ان اغلاط کی ہے جو مشکل الفاظ کے معانی اور نامکمل ترجمے میں پائی جاتی ہیں۔ یاد رہے یہ مبہم و نامکمل ترجمہ پروفیسر عبدالقوی فانی کا ہے۔

☆ ایک شعر کے ترجمے میں لکھا گیا ہے کہ مولوی محمد عبدالقوی فانی کا سروکار آپ ﷺ کے احکام سے ہے اور فانی کی آواز پر بالکل آپ ﷺ کی تعریف ہے۔(۲۰۳)

☆ ایک شعر کے ترجمے میں لکھا گیا ہے کہ ''خلیفہ سوم حضرت عثمانؓ کی خدمت میں سوال ہے کہ مولوی عبدالقوی فانی کو اپنے فضل و کرم سے سرفراز کیا جائے۔''(۲۰۴)

غور کیجیے کہ شاعر کا نام ''مرزا قدرت اللہ بیگ'' ہے اور ترجمہ میں اس کو بدل کر ''عبد القوی فانی'' کر دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ بھی کئی مقامات پر یا تو بالکل ترجمہ دیا ہی نہیں گیا اور اگر دیا بھی گیا ہے تو یا تو نامکمل یا پھر بالکل اصل معنوں کے متضاد دے دیا گیا ہے۔

۳۔ تیسری قسم کی وہ اغلاط ہیں جو طباعتی اغلاط کے زمرے میں آتی ہیں۔ اس کی مثالیں درج ذیل ہیں۔

☆ کئی مقامات پر کاپیوں کو غلط جوڑ دیا گیا ہے۔ اس کے نتیجے میں صفحہ نمبر ۸۰ کا اگلا حصہ صفحہ نمبر ۸۳ پر لگ گیا ہے۔ اسی طرح صفحہ نمبر ۸۸ کو آگے آنا چاہیے تھا، مگر غلط جگہ پر لگا دیا گیا۔ اسی طرح صفحہ نمبر ۱۸۷ کو صفحہ نمبر ۱۱۵ کے بعد لگنا چاہیے تھا۔ اسی طرح صفحہ نمبر ۲۱۴ کا آدھا صفحہ دراصل صفحہ نمبر ۲۱۲ پر آنا چاہیے تھا مگر آگے پیچھے ہو گئے۔

☆ صفحہ نمبر ۱۵۴ کتابت میں مکمل نہیں آسکا، اشعار کی صرف ایک رو ہی طباعت میں آسکی ہے۔ اسی طرح صفحہ نمبر ۱۵۷ بھی طباعت میں نامکمل آیا ہے۔

☆ کاپیاں کافی پرانی معلوم ہوتی ہیں، اسی لیے پروف اچھے نہیں آئے اور اسی وجہ سے کئی مقامات پر تو بالکل پڑھے ہی نہیں جاتے۔

☆ بعض مقامات پر یوں معلوم ہوتا ہے کہ مضمون میں بہت خلا رہ گیا ہے۔ شاعر کا اپنی ایک دوسری کتاب میں بیان ہے کہ یہ قصیدہ دس ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔ (۲۰۵) لیکن موجودہ کتاب میں چار ہزار پانچ سو اڑتیس اشعار ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یا تو شاعر کو اشتباہ ہوا ہے یا پھر حجم میں کمی کے پیش نظر موجودہ طباعت میں اصل کتاب کی تلخیص کر دی گئی ہے۔

نتیجہ بحث

سیرتِ نبوی کے ضمن میں اہل علم نے عشق و محبت کے وہ باب رقم کیے ہیں کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔ مثلاً علامہ عبد الجلیل قیروانی کی کتاب ''شفاء الاسقام'' جس کی خوبی یہ ہے کہ اس کی ہر سطر ایک نئے درود پاک سے شروع ہوتی ہے، اور اس خوبی پر مزید کمال یہ ہے کہ یہ کتاب مکمل سیرت نبوی کا احاطہ کرتی ہے۔ اسی طرح احمد بن محمد المقری کی ''فتح المتعال فی وصف النعال'' اور رضی الدین ابو الخیر کی ''المرتجی بالقبول خدمۃ قدم الرسول''، جن کی خوبی یہ ہے کہ اس میں آپ ﷺ کے نعلین مبارک پر اتنی محققانہ بحث کی گئی ہے کہ چودہ صدیوں میں اس موضوع پر اس طرز کی کتب نہیں لکھی گئیں۔ مقامات حریری کا اٹھائیسواں

مقامہ بھی اس صنف پر ایک عجوبہ ہے، مگر یہ صرف ایک دو صفحات پر مشتمل ہے۔ اسی طرح ''مختار البیان فی لغات القرآن'' کے شروع کے تین صفحات اور ''انشائے بے نقاط'' بھی صنعت تعطیل (غیر منقوطہ) میں عمدہ کاوشیں ہیں۔ عربی زبان میں سیرت نبوی پر پہلی غیر منقوط کتاب محمد صدیق لاہوری نے ''سلک الدرر لاکمل الرسل الاطہر'' کے عنوان سے لکھی جو فیضی کی ''سواطع الالہام'' اور ''موارد الکلم'' سے بہتر ہے۔ عصرِ حاضر میں مولانا ولی رازی نے ''ہادی عالم'' کے عنوان سے سیرت نبوی پر اردو نثر میں کتاب لکھی، جس کا کمال یہ ہے کہ پوری کتاب میں کوئی نقطے والا حرف استعمال نہیں کیا۔ سیرت نبوی سے متعلق ان ہی عجوبہ دہر کتب میں مرزا قدرت اللہ بیگ کی ''مطالع المحامد'' کو سب سے بلند مقام حاصل ہے۔ چار ہزار پانچ سو اڑتیس اشعار پر مشتمل اس منظوم سیرت کا امتیاز اور انفرادیت یہ ہے کہ یہ مسقوط النقاط اور محذوف الافعال ہے۔ یعنی نہ تو اس میں کوئی نقطہ استعمال کیا گیا ہے اور نہ ہی کوئی فعل استعمال کیا گیا ہے۔ مزید کمال یہ کہ اس کے تقریباً ہر شعر میں کوئی نہ کوئی صنعت (مثلاً صنعت تجنیس وقلب) پائی جاتی ہے۔ فنی اور ادبی اعتبار سے یہ کتاب جس درجے اور مرتبے کی حامل ہے، بدقسمتی سے اس کا تعارف عوام تو کیا خواص میں بھی نہیں۔ راقم نے اس کتاب کا تعارف کروانے کے ساتھ اس کے فنی محاسن اور نقائص کا طالب علمانہ جائزہ لیا ہے تاہم اس جائزے کی حیثیت ادبی فرضِ کفایہ کی ادائیگی سے زیادہ نہیں۔ راقم اس کتاب کے مطالعے کے بعد درج ذیل تجاویز اہل علم کے سامنے رکھنا چاہتا ہے۔

☆ اس کتاب کو خوب تحقیق کے بعد دوبارہ شائع کیا جائے اور کوشش کی جائے کہ اس میں کسی قسم کا کوئی کتابتی وطباعتی سقم باقی نہ رہے۔

☆ اس کتاب کا عمدہ اور عام فہم ترجمہ ہونا چاہیے اور ظاہر ہے یہ کام وہی شخص بہ خوبی کر سکتا ہے جو فارسی کے قدیم اور متروک الفاظ کا مکمل فہم رکھتا ہو۔

☆ مؤلفِ کتاب کے حالات بہت کم دست یاب ہیں۔ ان کے حالات اور اس کتاب کا کوئی قلمی نسخہ ہو تو اس کی تلاش کی جائے۔

☆ کتاب کے آخر میں مشکل الفاظ اور مخففات کا اشاریہ شامل کیا، تاکہ استفادے میں آسانی ہو۔

☆ اگر کوئی محقق اس کتاب کے فنی محاسن کو اپنا موضوع بنانا چاہے تو یہ کتاب اس قابل ہے کہ اس پر ایم فل سطح کی تحقیقی کاوش کی جا سکتی ہے۔

حوالے

۱۔ رفیع الدین، ڈاکٹر۔اردو میں نعتیہ شاعری۔کراچی، اردو سندھ اکیڈمی، ۱۹۷۶ء:ص ۱۰۳

۲۔ سروری، عبدالقادر۔اردو مثنوی کا ارتقاء۔کراچی، صفیہ اکیڈمی، ۱۹۹۶ء:ص ۱۱

۳۔ یہ کتاب دار و مکتبۃ الہلال بیروت سے شائع ہوئی ہے۔چار سو اناسی صفحات پر مشتمل یہ کتاب الف بائی ترتیب میں لکھی گئی ہے۔مؤلف نے شعرا کے تذکرے کے ساتھ ان کے اشعار کے نمونے بھی دیے ہیں، جس سے کتاب کی اہمیت اور بڑھ گئی ہے۔

۴۔ یہ کتاب سیرت نبوی پر عربی زبان میں ہونے والے کام کا اشاریہ ہے، جو دار الکتاب الجدید بیروت سے ۱۹۸۲ء میں پہلی مرتبہ طبع ہوئی۔کتاب کے کل صفحات ۴۲۴ ہیں اور اس کے صفحہ نمبر ۳۱۲ سے ۳۴۲ تک دو سو نوے منظوم کتب سیرت کی ایک فہرست دی گئی ہے۔

۵۔ یہ کتاب دار المعرفہ للطباعہ والنشر سے ۲۰۰۴ء میں شائع ہوئی ہے۔دو سو ستاسی صفحات پر مشتمل اس کتاب میں مؤلف نے انتہائی جاں فشانی اور محنت سے کام لیا ہے۔

۶۔ قاضی شہاب الدین کا یہ تحقیقی مقالہ پی ایچ ڈی کی سند کے حصول کے لئے ناگ پور یونیورسٹی (ہندوستان) سے ۱۹۶۱ء میں لکھا گیا تھا۔

۷۔ ڈاکٹر مظفر عالم جاوید صدیقی کا یہ تحقیقی مقالہ اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کے لئے ۱۹۹۷ء میں لکھا گیا۔یہ مقالہ بعد از اں فکشن ہاؤس لاہور سے ۱۹۹۸ء میں طبع بھی ہوا۔

۸۔ اس تحقیقی مقالے کا ذکر پروفیسر عبدالجبار شاکر نے اپنے مضمون ''منظوم سیرت نگاری'' میں کیا ہے۔تفصیل ملاحظہ ہو: السیرۃ (کراچی)، شمارہ ۱۹، ص ۳۲۸۔

۹۔ مرجع سابق

۱۰۔ پی۔ایچ۔ڈی سطح کا یہ تحقیقی مقالہ شعبہ اردو جامعہ کراچی کے لئے ۲۰۱۲ء میں لکھا گیا۔مقالہ نگار نے اپنے موضوع کے ساتھ مکمل انصاف کیا ہے۔

۱۱۔ ڈاکٹر عاصی کرنالی کا یہ وقیع مقالہ اقلیم نعت (کراچی) سے ۲۰۰۱ء میں طبع بھی ہوا ہے۔

۱۲۔ یہ تحقیقی مقالہ پنجاب یونیورسٹی (لاہور) کے لئے پی۔ایچ۔ڈی کی سند کے حصول کے لئے ۲۰۰۷ء میں لکھا گیا۔

۱۳۔ یہ مقالہ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے لئے ۲۰۰۴ء میں لکھا گیا اور اس پر انہیں پی ایچ ڈی کی سند بھی تفویض ہوئی۔یہ مقالہ ڈاکٹر انور محمود خالد کی زیرنگرانی لکھا گیا ہے جن کا تحقیقی مقالہ ''اردو نثر میں سیرت رسول''، طبع ہو کر خوب شہرت حاصل کر چکا ہے۔طاہر اقبال خاں کے اس مقالے کے ابتدائی ابواب انتہائی محنت سے لکھے گئے ہیں، لیکن بعد کے ابواب میں انصاف نہیں کیا گیا۔کئی کتب سے صرف نظر کیا گیا جو شاید

معمولی سی کوشش سے حاصل کی جا سکتی تھیں۔ تاہم اپنے موضوع پر ایک عمدہ کاوش ہے اور اسے طبع ہونا چاہیے۔

۱۴۔ ڈاکٹر عبدالجبار شاکر کا یہ مضمون السیرۃ (کراچی) کے شمارہ نمبر ۱۹ میں طبع ہوا ہے۔ مرحوم کے ذاتی کتب خانے میں ایک سو سے زائد منظوم کتب سیرت موجود ہیں۔

۱۵۔ تفصیل کے لئے ''فہرست نسخہ ہائے خطی فارسی پاکستان'' اور ''فہرست نسخہ ہائے چاپی در پاکستان'' کی متعلقہ جلدیں ملاحظہ کر لی جائیں۔

۱۶۔ محترم ضیاء اللہ کھوکھر نے اپنے ذاتی خانے میں موجود منظوم سفرناموں کی جو فہرست ترتیب دی ہے اس میں دو سو پچاس سفرناموں کا ذکر کیا گیا ہے۔

۱۷۔ آلوسی، محمود شکری۔ بلوغ الارب فی معرفۃ احوال العرب: ج ۲، ص ۶۲۰

۱۸۔ مرجع سابق: ج ۲، ص ۲۸۲

۱۹۔ سیوطی، جلال الدین۔ الخصائص الکبریٰ۔ بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۲۰۰۳ء: ج ۱، ص ۷۹

۲۰۔ ابن سعد۔ طبقات ابن سعد۔ برلن، مطبعہ برسل: ج ۱، ص ۶۴

۲۱۔ حضرت حلیمہ سعدیہ کے اشعار ملاحظہ ہوں: الخصائص الکبریٰ: ج ۱، ص ۱۰۰۔ اسی طرح حضرت شیماؓ کے اشعار کا ذکر ابن حجر عسقلانی نے الاصابہ فی تمیز الصحابہ کی چوتھی جلد میں کیا ہے۔

۲۲۔ ابو طالب کے ''قصیدہ لامیہ'' کے حوالے سے علامہ شبلی نعمانی کو تحفظات ہیں۔ تاہم سید سلیمان ندوی کے مطابق اس کے بعض اشعار صحیح بخاری میں بھی پائے جاتے ہیں۔ سیرت ابن ہشام کی پہلی جلد میں اس قصیدے کی تفصیل موجود ہے۔

۲۳۔ اعوان، ارشاد شاکر۔ عہد رسالت میں نعت۔ لاہور، مجلس ترقی ادب، ۱۹۹۳ء: ص ۸۷

۲۴۔ نبی کریم ﷺ حضرت حسانؓ کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ حسانؓ کی روح القدس سے تائید کرتا ہے، جب تک کہ وہ خصومت اور مفاخرت اس کے رسول کی طرف سے کرتا ہے۔ حضرت حسان بن ثابتؓ کے سیرت نبوی سے متعلق اشعار کی تفصیل ملاحظہ ہو: الزیات، احمد حسن۔ تاریخ الادب العربی۔ قاہرہ، دار نھضۃ مصر للطبع والنشر: ص ۱۵۲

۲۵۔ مرجع سابق: ص ۱۴۶۔ ابن اسحاق نے اپنی کتاب میں اس قصیدے کے ۵۱ اشعار نقل کیے تھے۔ پھر ابن ہشام نے تلاش کر کے مزید ۱۷ اشعار کا اضافہ کیا اور قصیدہ کے اشعار کی تعداد ۶۸ ہو گئی۔

۲۶۔ القرشی، محمد بن ابی الخطاب۔ جمہرۃ اشعار العرب فی الجاہلیۃ والاسلام۔ قاہرہ، نھضۃ مصر للطبع والنشر: ص ۴۹۸۔ عبداللہ بن رواحہؓ کے رجزیہ اشعار کو ابن حجر عسقلانی نے الاصابہ اور ابن اثیر نے اسد الغابہ میں بھی ذکر کیا ہے۔

۲۷۔ قاضی سلیمان منصور پوری نے رحمۃ للعالمین: ج ۱، ص ۲۴۷۔۲۴۶، میں ان اشعار کا ذکر کیا ہے۔

۲۸۔ مخدرات عصمت کے اشعار مختلف کتب میں منتشر صورت میں موجود ہیں۔ بالخصوص آپ ﷺ کی پھوپھیوں حضرت اروی، حضرت عاتکہ، حضرت امیمہ، حضرت برہ، حضرت صفیہ اور حضرت ہند بنت الحارث، حضرت فاطمہ، حضرت ام ایمن، حضرت خدیجہؓ، حضرت حفصہؓ بنت عمر، حضرت ام سلمہؓ اور حضرت عائشہؓ کی شاعری کے نمونے دست یاب ہیں۔ اس کی تفصیل طبقات ابن سعد میں دیکھی جاسکتی ہے۔

۲۹۔ ندوی، عبداللہ عباس۔ عربی میں نعتیہ کلام۔ کراچی، اردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۸۲ء: ص ۱۳۲

۳۰۔ النبہانی، محمد یوسف بن اسماعیل۔ المجموعۃ النبہانیہ۔ بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۶ء: ج ۱، ص ۱۰۵

۳۱۔ مرجع سابق: ج ۱، ص ۳۳۷

۳۲۔ مرجع سابق: ج ۳، ص ۱۶۰

۳۳۔ مرجع سابق: ج ۲، ص ۲۷

۳۴۔ یاقوت الحموی۔ معجم الادباء۔ مصر، مکتبہ ومطبع البابی الحلبی، ۱۹۳۶ء: ج ۱۴، ص ۹۰

۳۵۔ مرجع سابق: ج ۹، ص ۱۹۱

۳۶۔ کمالہ، عمر رضا۔ معجم المولفین۔ دمشق، مطبعۃ الترقی، ۱۹۵۸ء: ج ۶، ص ۲۷۵

۳۷۔ شبلی نعمانی۔ سیرۃ النبی۔ لاہور، الفیصل ناشران وتاجران کتب، ۱۹۹۱ء: ج ۱، ص ۳۳

۳۸۔ السخاوی، شمس الدین، عبدالرحمن۔ الاعلان بالتوبیخ۔ قاہرہ، موسسۃ الرسالہ، ۱۹۸۶ء: ص ۱۹۲

۳۹۔ شبلی نعمانی۔ سیرۃ النبی: ج ۱، ص ۳۳

۴۰۔ السخاوی، شمس الدین۔ الاعلان بالتوبیخ: ص ۱۹۵

۴۱۔ شبلی نعمانی۔ سیرۃ النبی: ج ۱، ص ۳۳

۴۲۔ فارسی زبان میں ڈاکٹر عبدالجبار شاکر کے مطابق مکمل منظوم سیرت شیخ احمد سرہندی کے استاد شیخ یعقوب بن حسن صرفی نے مغازی النبوۃ کے نام سے لکھی تھی۔ لیکن عارف نوشاہی کے مطابق ''الشمائل'' پہلی منظوم سیرت ہے۔

۴۳۔ ریاض مجید، ڈاکٹر۔ اردو میں نعت گوئی: ص ۱۴۰

۴۴۔ طاہر اقبال خاں۔ اردو میں منظوم سیرت نگاری، (مقالہ پی۔ ایچ۔ ڈی)۔ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی: ص ۹۳

۴۵۔ عارف نوشاہی، ڈاکٹر۔ فہرست نسخہ ہائے خطی فارسی۔ کراچی، موزہ ملی پاکستان، ۱۹۸۳ء: ص ۷۵۷، ۷۵۸

۴۶۔ ہاشمی، نصیر الدین۔ کتب خانہ آصفیہ کے اردو مخطوطات۔ حیدرآباد، مطبع ابراہیمی، ۱۹۶۱ء: ص ۲۰۳۔۲۰۲

۴۷۔ نقوی، عارف حسین۔ امامیہ مصنفین۔ اسلام آباد، مرکز تحقیقات فارسی ایران وپاکستان، ۱۹۹۷ء: ص ۸۹

۴۸۔ یہ دونوں مثنویاں شمائل نبوی سے متعلق ہیں۔ ان کے قلمی نسخے پنجاب یونی ورسٹی لاہور اور نیشنل میوزیم

کراچی میں محفوظ ہیں۔ حال ہی میں تحفہ رسولیہ کا منظوم اردو ترجمہ بدر الدین مقیم ہڑپہ نے کر دیا ہے۔

۴۹۔ قادری، محی الدین زور۔ تذکرہ مخطوطات اردو۔ حیدر آباد: ج ۵، ص ۱۶۷

۵۰۔ حال ہی میں بعض فارسی منظوم سیرتیں ایران سے شائع ہوئی ہیں۔ مثلاً جام گیتی نما، پیام، زندگانی رہبر اعظم اور پیامبر نامہ وغیرہ یہ تمام منظوم کتب سیرت شیعہ نقطہ نظر سے لکھی گئی ہیں۔

۵۱۔ مرزا قدرت اللہ بیگ کو حضرت مجدد الف ثانی سے حد درجہ محبت وعقیدت تھی اور اس کا اظہار انہوں نے مطالع المحامد میں بھی کیا ہے۔ مثلاً ایک جگہ فرماتے ہیں:

مہہ راد احمد امام مکارم

امام معلاء داراء اعلا

سر راد و گام امام مکرم

دل راد داماء مہر مطرا

شیخ احمد سرہندی مکارم اخلاق کے ایک برتر اور اعلیٰ امام ہیں نیز اولیاء کرام کے برتر امام اور پیشوا ہیں۔ راد (مؤلف) کا سر امام ربانی کے قدموں میں ہے اور راد کے دل میں امام ربانی کی محبت کا دریا موجزن ہے۔

۵۲۔ 'مثنوی سحر حلال (فارسی) انوار المطابع لکھنو سے شائع ہوئی تھی۔ راقم کے پاس اس کی تیسری اشاعت کا نسخہ ہے، جس پر سن ۱۹۶۱ء درج ہے۔ یہ کتاب ۹۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ ابو الفضل کوشش بسیار کے باوجود مل نہیں سکی۔ ریاض فارسی اور انتخاب فارسی جدید دونوں درسی کتب ہیں۔ یہ دونوں کتب بھی انوار المطابع لکھنو سے طبع ہوئی تھیں۔ اول الذکر کے صفحات ۴۴۵ اور ثانی الذکر کے صفحات ۱۶۵ ہیں۔ ان دونوں کتب میں قدیم فارسی نظم ونثر کا بہترین انتخاب پیش کیا گیا ہے۔

۵۳۔ راد، قدرت اللہ، مرزا۔ مطالع المحامد۔ لکھنو، مطبع یوسفی، ۱۹۳۵ء: ص ۵۸

۵۴۔ مرجع سابق: ص ۲۷

۵۵۔ مرزا قدرت اللہ بیگ نے اپنی کتاب مثنوی سحر حلال کے ایک ذیلی نوٹ میں اپنے اس قصیدے کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اصل میں یہ قصیدہ دس ہزار اشعار کا ہے۔ (مثنوی سحر حلال، ص ۱۱) لیکن راقم نے مکمل کتاب کے اشعار کو خود گنا ہے اور اس لحاظ سے کتاب میں موجود اشعار کی تعداد ۴۵۳۸ ہے۔ تاہم مؤلف نے اپنی کتاب میں کاتب کی بے ایمانی کا جو رونا رویا ہے ممکن ہے اس نے اشعار حذف کر دیے ہوں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ پروفیسر عبد القوی فانی جن کی تحریک اور سرمایہ سے یہ کتاب طبع ہوئی انہوں نے کتاب کے حجم کے پیش نظر معتدبہ حصہ طبع نہ کیا ہو۔

۵۶۔ راد، قدرت اللہ، مرزا۔ مطالع المحامد (مقدمہ): ص ۳

۵۷۔ مرجع سابق: ص ۱۶۳

۵۸۔ مرجع سابق: ص ۱۱

۵۹۔ مرجع سابق: ص ۳۹

۶۰۔ مرجع سابق: ص ۲۷

۶۱۔ مرجع سابق: ص ۲۸ اور ص ۳۰

۶۲۔ مرجع سابق: ص ۲۹

۶۳۔ مرجع سابق: ص ۳۳

۶۴۔ نبی کریم ﷺ کے والدین کے ناجی اور مغفور بالمغفرہ ہونے یا نہ ہونے کے حوالے سے علما و محققین کے رجحانات اور دلائل کا ذکر علامہ جلال الدین سیوطی نے کیا ہے۔ انہوں نے اس ایک موضوع پر چھ رسائل تصنیف فرمائے تھے جو ۱۹۶۱ء میں دائرۃ المعارف العثمانیہ (حیدر آباد) سے ایک ساتھ شائع ہوئے ہیں۔ ان رسائل میں سے اکثر کا اردو میں ترجمہ بھی ہوا ہے۔ اس کے علاوہ درج ذیل علماء نے اس موضوع پر خامہ فرسائی کی ہے۔
☆ ابوین مصطفیٰ (محمد فیض احمد اویسی) ☆ والدہ ماجدہ سیدنا محمد مصطفیٰ (ڈاکٹر ظہور احمد اظہر)
☆ سیرت سیدہ آمنہ (ڈاکٹر عائشہ عبدالرحمٰن الشاطی) ☆ رحمۃ اللعالمین کے والدین شریفین (مولانا عبد الخالق ملتانی)
☆ والدین رسالت مآب (علامہ کوکب نورانی) ☆ والدین مصطفیٰ ترجمہ مسالک الحنفاء (صائم چشتی)
☆ حضورؐ کے والدین (طاہر منصور فاروقی) ☆ تقدیس والدی المصطفیٰ (ڈاکٹر محمود الحسن عارف)
صلاح الدین المنجد نے اس موضوع پر عربی زبان میں ہونے والے کام کی کافی تفصیل فراہم کی ہے۔ راقم کی تحقیق کے مطابق اس موضوع پر قریب دو درجن کتب لکھی گئی ہیں لیکن تمام میں نبی کریم ﷺ کے والدین کے ایمان کے حوالے سے بحث کی گئی ہے۔ ان کے حالاتِ زندگی اور آثار پر بات نہیں کی گئی اور اس حوالے سے کافی کام کی گنجائش باقی ہے۔

۶۵۔ راد، قدرت اللہ، مرزا۔ مطالع الحامد: ص ۵۴

۶۶۔ مرجع سابق: ص ۶۳

۶۷۔ جملہ منظوم کتب سیرت بالخصوص کتب میلاد میں ان موضوعات کو خصوصی اہمیت دی گئی ہے۔ اس کی تفصیل ملاحظہ ہو: مجلسی، محمد باقر۔ حیات القلوب۔ لاہور، امامیہ کتب خانہ، ۱۹۶۶ء: ج ۲، ص ۱۴۱

۶۸۔ راد، قدرت اللہ، مرزا۔ مطالع الحامد: ص ۷۴۔۷۲

۶۹۔ مرجع سابق: ص ۷۹۔۷۳

۷۰۔ اس کی تفصیل ملاحظہ ہو: عبدالملک بن ہشام۔ السیرۃ النبویہ۔ شرکۃ الطباعۃ الفنیۃ المتحدہ: ج ۱، ص ۱۵۰

۷۱۔ راد، قدرت اللہ، مرزا۔ مطالع الحامد: ص ۸۳۔۷۹

۷۲۔ ابن ہشام، طبری، ابن اثیر اور سہیلی نے آپ ﷺ کے سفر شام پر بڑی تفصیلی گفت گو کی ہے۔ اس سفر کے حوالے سے بحیرا اور نسطورا راہب کی آپ ﷺ کی نبوت کی شہادت پر بھی ضمناً بحث کی گئی ہے۔ تاہم اس حوالے سے علامہ شبلی نعمانی نے بڑی عمدہ بحث کی ہے۔

۷۳۔ راد، قدرت اللہ، مرزا۔ مطالع المحامد: ص ۸۴

۷۴۔ مرجع سابق: ص ۸۶۔۸۴

۷۵۔ اس واقعہ کو بخاری نے بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ملاحظہ ہو: بخاری، محمد بن اسماعیل۔ الجامع الصحیح۔ دار طوق النجاۃ: ج ۱، ص ۷۔ بخاری نے کتاب التعبیر میں بھی اس پر احادیث پیش کی ہیں جس پر ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں بڑی جامع بحث کی ہے۔

۷۶۔ راد، قدرت اللہ، مرزا۔ مطالع المحامد: ص ۸۷

۷۷۔ نبی کریم ﷺ کی دعوت کی ان دونوں حیثیتوں پر محققین سیرت نے بہت کام کیا ہے۔ اس موضوع پر راقم کا مقالہ نبی کریم ﷺ بحیثیت داعی ملاحظہ فرمائیں: السیرۃ (کراچی): شمارہ ۲۶، اگست ۲۰۱۱ء

۷۸۔ راد، قدرت اللہ، مرزا۔ مطالع المحامد: ص ۹۰

۷۹۔ مرجع سابق: ص ۹۱

۸۰۔ یہ معاہدہ منصور بن عکرمہ نے تحریر کیا تھا اور اس کا ذکر ابن سعد، ابن اثیر اور طبری نے تفصیلاً کیا ہے۔ مواہب اللدنیہ میں تو یہ الفاظ بھی ملتے ہیں کہ اس معاہدے میں یہ بھی لکھا گیا تھا کہ اگر آپ ﷺ کو قتل کے لئے حوالے کر دیا جائے تو ترکِ موالات کی حیثیت ختم ہو جائے گی۔

۸۱۔ یہ امر کہ ابو طالب اور حضرت خدیجہؓ میں سے کس کا پہلے انتقال ہوا؟ محققین کے ہاں مختلف فیہ ہے۔ علامہ شبلی نعمانی نے اس پر عمدہ گفت گو کی ہے۔

۸۲۔ راد، قدرت اللہ، مرزا، مطالع المحامد، ص ۹۵۔۹۴

۸۳۔ ہجرتِ حبشہ پر ابن سعد نے بڑی عمدہ گفت گو کی ہے۔ تاہم بعض مورخین اور سیرت نگاروں نے ہجرت حبشہ ثانیہ کا ذکر نہیں کیا اور بعض نے انتہائی اختصار سے ذکر کیا ہے۔ مرزا قدرت اللہ بیگ سے اس واقعہ کے ضمن میں یہ سہو ہوا ہے کہ انہوں نے ہجرت حبشہ سے قبل نبی کریم ﷺ کے نام نجاشی کا مکتوب لکھنے کا واقعہ ذکر کیا ہے، حال آں کہ تاریخی اعتبار سے یہ درست نہیں ہے۔

۸۴۔ راد، قدرت اللہ، مرزا۔ مطالع المحامد: ص ۹۷، ۱۰۳

۸۵۔ مرجع سابق: ص ۱۸۷، ۲۰۰۔ شبلی کے مطابق معراج کا واقعہ نبوت کے پانچویں سال پیش آیا تھا۔ تاہم سید سلیمان ندوی نے حاشیہ میں لکھا ہے کہ ہماری تحقیق میں معراج نبوت کے نویں سال میں ہوئی۔ تفصیل کے لئے دیکھیے: شبلی نعمانی۔ سیرۃ النبی: ج ۲، ص ۷۰

۸۶۔ راد، قدرت اللہ، مرزا: مطالع المحامد: ص ۱۰۴، ۱۰۶

۸۷۔ مرجع سابق: ص ۱۱۰، ۱۱۴

۸۸۔ مرجع سابق: ص ۲۲۲، ۲۲۳

۸۹۔ مثلاً: مسلک الدر الاکمل الرسل، سواطع الالہام اور ہادی عالم وغیرہ۔ تفصیل کا موقع نہیں ورنہ یہ موضوع خود ایک مضمون کا تقاضا کرتا ہے۔

۹۰۔ راد، قدرت اللہ، مرزا۔ مطالع المحامد۔ درج ذیل صفحات دیکھیے: ۴۵، ۵۷، ۶۷

۹۱۔ شیدا، مہر نوازش علی۔ اعجاز احمدی۔ بمبئی، مطبع حیدری، ۱۲۸۹ھ: ص ۴۳

۹۲۔ راد، قدرت اللہ، مرزا۔ مطالع المحامد: ص ۲۵

۹۳۔ مرجع سابق: ص ۴۷

۹۴۔ شید، مہر نوازش علی۔ اعجاز احمدی: ص ۲۹

۹۵۔ راد، قدرت اللہ، مرزا۔ مطالع المحامد: ص ۲۶

۹۶۔ مرجع سابق: ص ۴۷

۹۷۔ مرجع سابق: ص ۱۵۳

۹۸۔ مرجع سابق: ص ۱۸۵

۹۹۔ مرجع سابق: ص ۱۳۹ اور ۹۰

۱۰۰۔ مرجع سابق: ص ۱۶۲

۱۰۱۔ مرجع سابق: ص ۱۳۹

۱۰۲۔ مرجع سابق: ص ۱۳۳۔ شبلی نے سیرت النبی (ج ۲، ص ۱۸۴) میں آپ ﷺ کی میانہ روی اور مداومت عمل کے حوالے سے بہت سی احادیث بیان کر دی ہیں۔

۱۰۳۔ مرجع سابق: ص ۱۵۱

۱۰۴۔ مرجع سابق: ص ۱۷۰

۱۰۵۔ مرجع سابق: ص ۱۶۷ اور ۱۸۲

۱۰۶۔ مرجع سابق: ص ۱۳۹

۱۰۷۔ مرجع سابق: ص ۴۶

۱۰۸۔ مرجع سابق: ص ۸۷

۱۰۹۔ مرجع سابق، درج ذیل صفحات دیکھیے: ۱۶۹۔ ۱۵۶۔ ۱۵۵

۱۱۰۔ مرجع سابق: ص ۱۶۲

۱۱۱۔ مرجع سابق: ص ۹۲

۱۱۲۔ مرجع سابق: ص ۲۲۷

۱۱۳۔ علم بدیع کی اصطلاح میں دو یا دو سے زائد ہم شکل لفظوں کو مختلف معنوں میں استعمال کرنے کو ''تجنیس'' کہتے ہیں۔اس کی مختلف اقسام ہیں۔

☆ تجنیس تام: دو یا دو سے زائد متفق اللفظ اور مختلف المعنی کلموں کا ایک جگہ آنا۔

☆ تجنیس خطی: جس میں الفاظ کی شکلیں ایک جیسی ہوں لیکن نقطوں میں فرق ہو۔

☆ تجنیس زائد: جس میں ایک کلمہ دوسرے کلمے سے ایک یا دو حرف زائد ہو۔

☆ تجنیس قلب: جس میں دوسرے کلمے کے حرف الٹ کر آئیں۔

☆ تجنیس مرکب: جس میں ایک کلمہ نصف لفظ سے بنے۔

☆ تجنیس مزدوج: جس میں ایک کلمہ دو لفظوں سے حاصل ہو۔

☆ تجنیس مطرف: جس میں حرکات کا اختلاف ہو۔

۱۱۴۔ صنعت قلب علم بیان کی ایک صنعت ہے،اس کی خاصیت یہ ہے کہ کسی لفظ،کلمہ یا عبارت کو الٹا کر کے پڑھا جائے تب بھی وہ ویسا ہی ہو جیسا سیدھا پڑھنے پر پڑھا جائے۔

۱۱۵۔ ایک لفظ سے دوسرے لفظ کو نکالنے کو اشتقاق کہتے ہیں۔صنعت اشتقاق میں ایک لفظ سے دوسرا لفظ نکالا جاتا ہے۔

۱۱۶۔ راد،قدرت اللہ،مرزا۔مطالع الحامد:ص ا

۱۱۷۔ مرجع سابق:ص ۲

۱۱۸۔ مرجع سابق:ص ا

۱۱۹۔ مرجع سابق:ص ۱۲

۱۲۰۔ مرجع سابق:ص ۲۷

۱۲۱۔ مرجع سابق:ص ۹۴

۱۲۲۔ مرجع سابق:ص ۱۱۰

۱۲۳۔ مرجع سابق:ص ۲۰۴

۱۲۴۔ اختر،واجد علی شاہ۔ہیبت حیدری۔کلکتہ،مطبع سلطانی،۱۲۲۹ھ:ص ۲۶۹

۱۲۵۔ راد،قدرت اللہ،مرزا۔مطالع الحامد:ص ۴۳

۱۲۶۔ مرجع سابق:ص ۱۷۱

۱۲۷۔ مرجع سابق:ص ۱۸۴

۱۲۸۔ مرجع سابق:ص ۳۴

۱۲۹۔ مرجع سابق:ص ۴۳

۱۳۰۔ مرجع سابق:ص ۶۹

۱۳۱۔ مرجع سابق: ص۱۷۷

۱۳۲۔ مرجع سابق: ص۱۵۲

۱۳۳۔ مرجع سابق: ص۱۶۲

۱۳۴۔ مرجع سابق: ص۱۸۵

۱۳۵۔ مرجع سابق: ص۴۵

۱۳۶۔ مرجع سابق: ص۱۷۵

۱۳۷۔ مرجع سابق: ص۱۶۵

۱۳۸۔ مرجع سابق: ص۱۳۸

۱۳۹۔ مرجع سابق: ص۱۴۰

۱۴۰۔ مرجع سابق: ص۱۷۲

۱۴۱۔ ناسخ، امام بخش۔ مولد شریف۔ لکھنو، مطبع نامی، ۱۲۸۳ھ: ص۱۴

۱۴۲۔ امانت علی، شیخ۔ تذکرہ رسول اکبر، لکھنو۔ مطبع نول کشور، ۱۸۷۷ء: ص۲۲

۱۴۳۔ راد، قدرت اللہ، مرزا۔ مطالع المحامد: ص۱۷۹

۱۴۴۔ مرجع سابق: ص۸۸

۱۴۵۔ مرجع سابق: ص۱۱۲

۱۴۶۔ مرجع سابق: ص۲۰۹

۱۴۷۔ مرجع سابق: ص۲۱۳

۱۴۸۔ مرجع سابق: ص۲۱۴

۱۴۹۔ مرجع سابق: ص۱۵۰ (حاشیہ کتاب)

۱۵۰۔ مرجع سابق: ص۱۴۸

۱۵۱۔ مرجع سابق: ص۱۳۵

۱۵۲۔ مرجع سابق: ص۲۱۸

۱۵۳۔ مرجع سابق:

۱۵۴۔ مرجع سابق: ص۳۲

۱۵۵۔ مرجع سابق: ص۲۵

۱۵۶۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: ابن ہشام: ج۱، ص۱۰۸۔ طبری: ج۲، ص۶۰۶

۱۵۷۔ تفصیل ملاحظہ ہو: شبلی نعمانی۔ سیرۃ النبی: ج۱، ص۱۱۵

۱۵۸۔ راد، قدرت اللہ، مرزا۔ مطالع المحامد: ص۳۶۔ کسریٰ کے محل میں زلزلہ آنے کی روایت دلائل النبوۃ: ج۱،

ص ۴۰، مواہب اللدنیہ: ج ۱، ص ۴۴ اور تاریخ طبری: ج ۲، ص ۱۶۶ میں ذکر ہوئی ہیں اور پھر ان ہی کے توسط سے بعد کی کتب میں ذکر ہوتی چلی گئیں۔

۱۵۹۔ عسقلانی، ابن حجر۔ الاصابہ فی تمیز الصحابہ۔ بیروت، دار الکتب: ج ۳، ص ۵۹۷

۱۶۰۔ سلیمان ندوی۔ سیرۃ النبی: ج ۳، ص ۴۰۹

۱۶۱۔ راد، قدرت اللہ، مرزا۔ مطالع المحامد: ص ۴۹

۱۶۲۔ مرجع سابق: ص ۵۰

۱۶۳۔ مرجع سابق: ص ۲۰۹

۱۶۴۔ مرجع سابق: ص ۴۶

۱۶۵۔ مرجع سابق: ص ۱۴۸

۱۶۶۔ مرجع سابق: ص ۶۸

۱۶۷۔ نظام الدین اولیاء۔ فوائد الفواد۔ لاہور، الفیصل ناشران وتاجران کتب، ۱۹۹۱ء: ص ۴۶۲

۱۶۸۔ آغا نوری درانی۔ معجزات (منظوم)، تقریظ: سید سلیمان ندوی، ۱۹۹۵ء: ص ۱۳

۱۶۹۔ حالی، الطاف حسین۔ مقدمہ شعر وشاعری۔ لکھنو، الناظر پریس: ص ۷۷

۱۷۰۔ راد، قدرت اللہ، مرزا۔ مطالع المحامد: ص ۱۱۶

۱۷۱۔ مرجع سابق: ص ۱۷۶

۱۷۲۔ مرجع سابق: ص ۱۷۸

۱۷۳۔ مرجع سابق: ص ۱۴۶

۱۷۴۔ مرجع سابق: ص ۱۴۹

۱۷۵۔ مرجع سابق: ص ۳۸

۱۷۶۔ مرجع سابق: ص ۶۶

۱۷۷۔ مرجع سابق: ص ۷۱

۱۷۸۔ مرجع سابق: ص ۱۱۴

۱۷۹۔ مرجع سابق: ص ۱۶۳

۱۸۰۔ مرجع سابق: ص ۲۲۹

۱۸۱۔ مرجع سابق: ص ۱۴۴

۱۸۲۔ مرجع سابق: ص ۱۴۵

۱۸۳۔ مرجع سابق: ص ۱۴۸

۱۸۴۔ مرجع سابق: ص ۱۷۶

۱۸۵۔ مرجع سابق:ص ۳۷

۱۸۶۔ مرجع سابق:ص ۶۴

۱۸۷۔ مرجع سابق:ص ۱۷۱

۱۸۸۔ مرجع سابق:ص ۲۱۵

۱۸۹۔ مرجع سابق:ص ۱۹۰۔ابن قیم کے مطابق جمہور علما اس پر متفق ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی معراج بدن اور روح کے ساتھ ہوئی تھی۔تفصیل ملاحظہ ہو: زاد المعاد، ج ۱، ص ۳۰۰۔ قاضی سلیمان منصور پوری نے اس پر بڑی عمدہ بحث کی ہے۔تفصیل ملاحظہ ہو: رحمۃ اللعالمین: ج ۱، ص ۶۵

۱۹۰۔ راد، قدرت اللہ، مرزا۔ مطالع المحامد: ص ۱۰۰۔۹۹

۱۹۱۔ مرجع سابق:ص ۱۸۷

۱۹۲۔ مرجع سابق:ص ۹۷۔۹۶

۱۹۳۔ مرجع سابق:ص ۷۹۔۷۲

۱۹۴۔ مرجع سابق:ص ۳۲

۱۹۵۔ مرجع سابق:ص ۱۵۰

۱۹۶۔ مرجع سابق:ص ۱۸۹

۱۹۷۔ مرجع سابق:ص ۱۶۲

۱۹۸۔ مرجع سابق:ص ۱۷۱

۱۹۹۔ مرجع سابق:ص ۱۸۸

۲۰۰۔ مرجع سابق:ص ۱۷۸

۲۰۱۔ مرجع سابق:ص ۸ (مقدمہ کتاب)

۲۰۲۔ کتاب کے درج ذیل صفحات دیکھیے: ۷، ۸، ۳۶، ۱۰۰، ۱۲۹، ۱۳۸، ۱۴۵، ۱۷۷

۲۰۳۔ مرجع سابق:ص ۲۰۴

۲۰۴۔ مرجع سابق:ص ۲۱۲

۲۰۵۔ راد، قدرت اللہ، مرزا۔ مثنوی سحر حلال: ص ۱۱